ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

مارچ 2023ء - شعبان المعظم 1444ھ

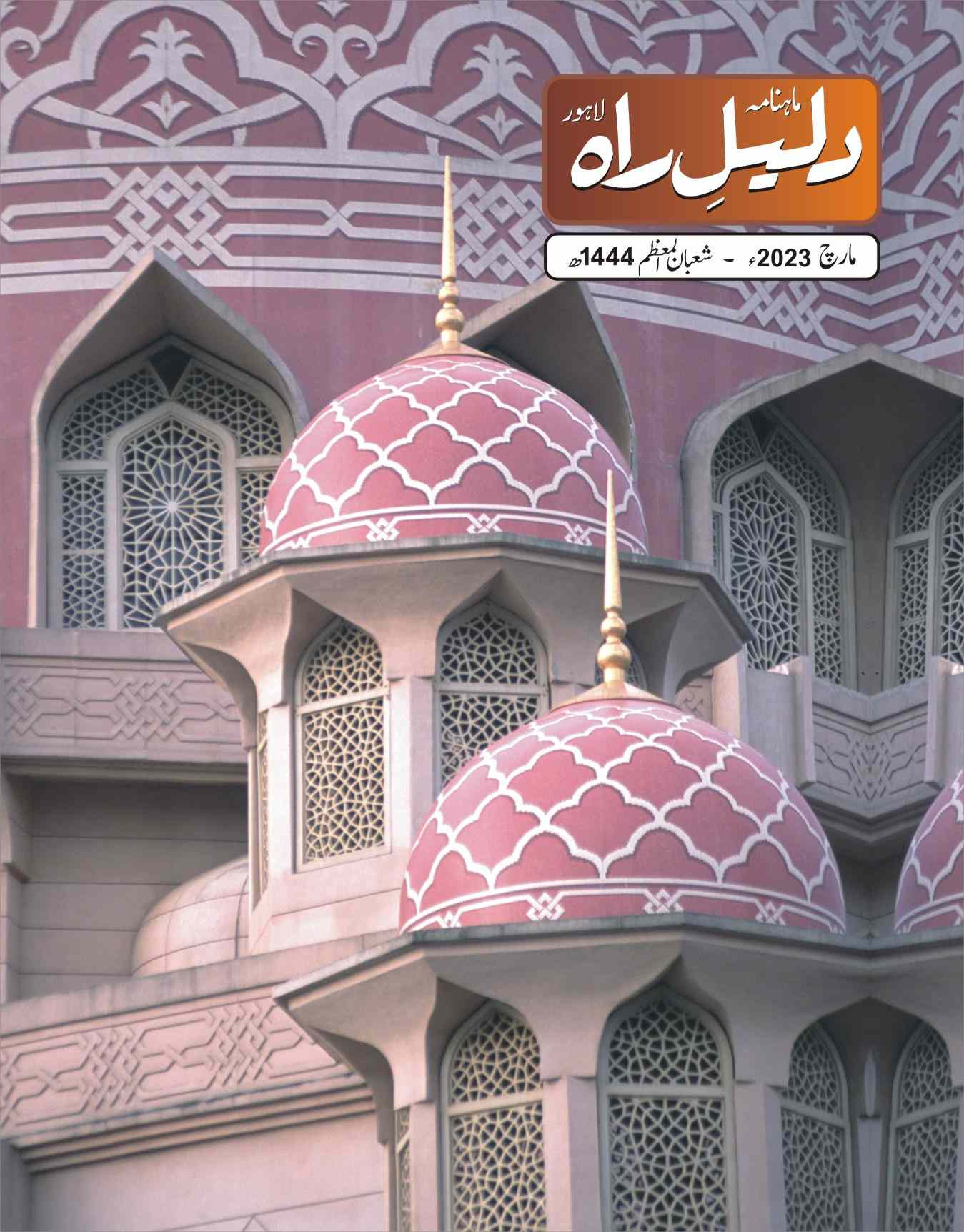

CPL.No:406 اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 03 | مارچ 2023ء | جلد 31

مدیرِ اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

ہر چہ من در بزمِ شوق آوردہ ام

1	حمد و شریف	محمد سعید احمد بدر قادری	2
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	7
4	درس حدیث	حافظ سخی احمد	11
5	شب برأت رحمت و مغفرت کی رات	ڈاکٹر منظور حسین اختر	12
6	"ھدیۂ حروف پیر سید غلام حسین شاہ بادشاہ	سید ریاض حسین شاہ	19
7	ھدیۂ حروف مفتی محمد اقبال چشتی	سید ریاض حسین شاہ	20
8	تجارت اور اصول تجارت	ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	21
9	حضرت سید عثمان مروندی لعل شہباز قلندر	ذیشان کلیم معصومی	25
10	حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ	آصف بلال آصف	26
11	23 مارچ کا سفر اور پاکستان	ماسٹر احسان الٰہی	29
12	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	31
13	شب معراج	ابو محی الدین	32

مشیرِ ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف
- شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین
- ابو محی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
=/450 روپے

بیرون ملک سالانہ
150 ڈالر، 80 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید، راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

نعت سائرِ لامکاں ﷺ

کون ومکان و لامکاں ، ہے دَم قدَم سے آپ ﷺ کے
ماہ ونُجوم و کہکشاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
آپ ﷺ کے دم قدَم سے ہے ، رنگ و بہارِ زندگی
مور اگر ہے پر فِشاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
یہ باغ و راغ و گلستاں ، دشت و جبل و بوُستاں
عالم بسیط و بیکراں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
یہ آب و خاک و روشنی ، نُور و شعُور و آگہی
انعامِ ربِّ دو جہاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
حسن و جمال و دل کشی ، عشق و جنُون و دل لگی
بزمِ جمیل و دلِ ستاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
آپ ﷺ کے دم سے جی اٹھے ، مُردۂ فسُردۂ زیردست
پارسی آپ ﷺ کا نغمہ خواں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
سارے جہاں کی ظلمتیں ، کافور ہو کر رہ گئیں
اب تک جو ہے روشن جہاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
باغ و بہارِ زندگی ، اعتبارِ بندگی
بزمِ حیاتِ انس و جاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
آپ ﷺ کا اسوہ کمال ، بہترین و بے مثال
طرزِ حیات کا نشاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
کرب و بلا میں مبتلا ، ہے آپ ﷺ کی امت شہا!
اُٹھا جنُوں کا کارواں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
اہلِ عَرَب میں ہے سروش ، آئے کہاں سر فروش
تھاما ہے پرَچمِ اماں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
عشقِ نبی ﷺ کے پاسباں ، شام و سَحَر رَواں دواں
شامل ہر پیر و جواں ہے ، دم قدم سے آپ ﷺ کے
دُشمن بنے ہیں آج کل ، میرے اعزّہ و اَقربا
زندہ ہے بدرِ سرگراں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
بُلبُل و گُل کی محفلیں ، ماہ و نجُوم کی رونقیں
بدرِ حَزیں ہے ضوفشاں ، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے
میری یہ تاب ہے کہاں ؟ میری مجال ناتواں
بدر ہے آپ ﷺ کا نغمہ خواں، ہے دم قدم سے آپ ﷺ کے

محمد سعید احمد بدر قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوچو! نمکین پانی کب تک پئیں گے؟

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!
کوئی عمل ارشاد فرما دیں جس کے کرنے پر اللہ اپنی محبت سے نواز دے اور لوگ بھی مجھے اپنا محبوب بنالیں
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''دنیا میں زہد برت، اللہ تم سے محبت کرے گا، سورہ گیا معاملہ
لوگوں کی محبت کا تو ان کی طرف یہ کھڑی پھینک دیا کرو وہ تمھیں
اپنا محبوب بنالیں گے''۔ (حلیۃ الاولیا، طبقات الاصفیا، مسند ابراہیم بن ادہم)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد مطالب کشائی کرتا ہے اور نفوس کی میل کچیل دور کرتا ہے۔ وہ لوگ جو عظمتوں اور فضیلتوں کی بلندیوں تک رسائی حاصل کرنا چاہیں انہیں محبت اور عشق کے مفہوم سے ناآگاہ نہیں رہنا چاہیے۔
محبت کی تکمیل اُس وقت ہوگی جب تم پر مفاہیم کا تنوّع ہو جائے اور پھر تنوّع میں توحّد کا رنگ غالب ہو جائے اور جسم کا رواں رواں گیت گائے۔

زبان بولے اللہ اللہ!!!
دل دھڑکے اللہ اللہ!!!
روح آتش بہ احساس ہو اللہ اللہ!!!

بدن آتشِ عشق میں خاکستر ہو جائے

پھر یادوں کی چنگاری سلگ اٹھے اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ !!!

راتوں کو بیابانوں میں جھینگروں کی ٹیں ٹیں گائے اور دلوں کو جلائے

سدھائی ایک ہی نام دے

دھوپ کا سیک

بارانِ رحمت کی رم جھم

ندیوں، نالوں اور آب جوؤں کا خروش

خرگوشوں کا تکلم

لومڑیوں کی سیٹیاں

پرندوں کے چہچہے

بجلیوں کی کڑک

برف کے تودے، سردیوں کے جلوے اور گرمیوں کے نقشے

چاند کے وجود سے رستا دودھ اور سورج کی کرنوں سے اُمڈتا نور

باران موسم کا تقاطر اور بارش کے قطروں کی رم جھم

سب سے محبت ملے، پیار ملے

اور عشق بھڑکے اللہ! اللہ! اللہ! اللہ! اللہ!

سالکین، طالبین اور محبین !!!

راتیں ستاروں کو جنم دینے کے لیے بڑی ایذیتیں اور دکھ جھیلتی ہیں اور دن سورج کی کرنیں اُجالنے کے لیے قید بامشقت کاٹتے ہیں پھر مقصود ملتا ہے۔ خوش قسمتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت الٰہیہ پانے کا راز عطا فرما دیا: ''زھد فی الدنیا'' اللہ کی محبت کا ہدیۂ رحمت ہے، تحفۂ کرامت ہے اور انعامِ برکت ہے، دنیا کو بدن سے اتار پھینکنا جیسے ممیاتی بکریوں کی جلدیں ذبح کے بعد پھینک دی جاتی ہیں زہد ہے۔ دنیا کی ناف سے شرابوں کے سبو چے بھرنا محبت ہے نہ زہد۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ زہد اور محبت دونوں کا قبلہ ایک ہے، دونوں فاطمی ہیں، دونوں سید ہیں اور دونوں کی نسل کا بچہ بچہ نور کا ہے۔

نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی شفقت فرمائی بات کو صرف لاہوتی دنیا تک محدود نہ رکھا لوگوں کی محبت پر کمندِ تسخیر ڈالنے کا بھی سلیقہ مرحمت فرما دیا۔

ارشاد ہوا کہ ''تم اگر لوگوں کی محبت چاہتے ہو تو تمہیں ان کی طرف یہ ٹکڑی پھینکنی ہوگی''۔

اس جملے کا یک معنیٰ دانائی کا ہے، دوسرا معنیٰ صفائی کا ہے اور تیسرا معنیٰ پذیرائی کا ہے۔

دانائی کی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں رہنے والے کچھ لے کر ہی راضی ہوتے ہیں وہ دے کر خوش نہیں ہوتے، وہ

لوگ جو چاہیں کہ دنیا والے ان سے محبت رکھیں تو انہیں فیاضی کرنی چاہیے، سخاوت کرنی چاہیے اور عطا کے بازو لمبے رکھنے چاہییں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہوتا ہے''۔

کسی سے طمع رکھنے سے لوگ نظریں کترا کر، بچا کر اور بھگا کر اپنی راہ پڑ جاتے ہیں۔ اگر انہیں اُمید ہو کہ ان کی جھولی بھرنے والا بھی کوئی ہے تو وہ ایوانوں کی دیواروں اور خیموں کے سوراخوں سے برابر جھانک جھانک کر تمہاری زیارت کے لیے تڑپیں گے، اس لیے کہ ان کی اُمید کی آنکھیں طمع اور ہوس نے کھلی کر دی ہوتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مچھلی پانی ہی میں زندہ رہ سکتی ہے اور دنیا کے قدر شناس عطا ہی پر راضی ہو سکتے ہیں۔

رہ گیا معاملہ ککڑی کا تو یہ غریب آدمی کا تحفہ ہے اور دستِ فقیر کا ہدیہ ہے۔ خلوص ککڑی میں بھی ہو تو وہ سونے سے بھرے ہوئے پہاڑوں سے بہتر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کئی اور حکمتیں بھی رکھتا ہے۔

کہتے ہیں ککڑی خربوزے ہی کی ایک قسم ہے جو پھیکی ہوتی ہے۔ بعض اطبّا نے اس سے مراد تَرَیا کھیرا لیا ہے۔ ویسے بھی یہ ملتی جلتی سبزیاں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تازہ کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ ملا کر کھایا کرتے تھے۔

ککڑی معدے میں حرارت کے جوش کو کم کرتی ہے اور اس میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہونے دیتی۔

ککڑی کا کھانا مثانے کے درد میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔

غشی کے دورے جس مریض کو پڑتے ہوں اسے ککڑی بار بار سونگھانی چاہیے۔

ککڑی کے بیج پیشاب کھول کر لاتے ہیں۔

اس کی سردی اور رطوبت کو کھجوروں سے دور کیا جا سکتا ہے۔ کھجوریں نہ ملیں تو کشمش یا شہد سے بھی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

برکتوں، رحمتوں اور جلووں کے رنگ اصالۃً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک، طیب اور مطیّب ارشاد میں ہیں اور مسلمانوں کا سرمایہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھا ہے۔

ایک فلسطینی عاشق نے سچ کہا تھا، کشمیر کی آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو اس کا گیت بھی سن لینا چاہیے:

تم لوگوں نے بزرگوں کی ہڈیاں فروخت کر دی ہیں

جیسے

کہ

اسرائیل کے بھالوں نے

تمہاری بہنوں کے حمل نہیں گرائے

اور تمہارے گھر تباہ نہیں کیے

قرآنی نسخوں کو نذرِ آتش نہیں کیا

جیسے

یہودیوں نے اپنے جھنڈے

تمہارے پرچموں کی دھجیوں پر نہیں لہرائے

قدس لہو میں ڈوب رہا ہے

اور تم خواہشات کے اسیر ہو

آسائشوں کے مریض ہو

ناف پرستیوں کے متوالے ہو

جیسے تمہاری زندگی میں کوئی المیہ وارد ہی نہ ہوا ہو

تم کب سمجھو گے؟

تمہاری روحوں میں کبھی آزادی بھی تڑپے گی

طالبین

اور عاشقین!

آؤ! قرآن کھولیں اور کتاب احساسات سے موتی چنیں

اور عربوں سے تیل ادھار لے کر جذبات کی روئی پر انڈیل دیں اور ہر کفر کو آگ لگا کر ثابت کر دیں

اسلام زندہ باد

اسلام زندہ باد

اور پھر اسلام زندہ باد

رہے نام اللہ کا

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا فسبحان اللہ بکرۃ و اصیلا۔

سوچ لو! سمندوں کا نمکین پانی آخر کب تک پیتے رہیں گے؟

سید ریاض حسین شاہ

سیدریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کررہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز ومعانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ آل عمران کی آیت نمبر 141 تا145 کی تفسیر پیش کررہے ہیں۔ (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سیدریاض حسین شاہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿١٤١﴾ اَمۡ
حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ
جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ
تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۖ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ
وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ
خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ
انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ
يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡــًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا
كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ
وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ
الۡاٰخِرَةِ نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ؕ وَسَنَجۡزِى الشّٰكِرِيۡنَ ﴿١٤٥﴾

''اوراس لیے بھی کہ نکھار دے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور مٹا دے کفر کرنے والوں کو، کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو ظاہر نہیں کیا اور نہ ہی صبر کرنے والوں کو ظاہر کیا ہے اور بے شک تم موت کی تمنّا کرتے تھے اس سے ملاقات کرنے سے پہلے سو اب تم نے اسے دیکھ ہی لیا ہے اور تم خود حقیقتِ حال دیکھتے ہو اور نہیں محمدؐ مگر بڑی عظمت والے رسول یقیناً ان سے پہلے سارے ہی رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ انتقال کریں یا شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے قدم پھر جاؤ گے اور جو الٹے قدم پلٹے گا تو ہرگز اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا اور نہیں ممکن ہے کسی جان کے لیے کہ وہ مر جائے سوائے اس کے کہ اللہ کا حکم ہو جائے جس کا ایک مقررہ وقت لکھا ہوا ہے اور جو دنیا کا ثواب چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں اور جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرت کے ثواب کا تو ہم اسے اس سے دیں گے اور عنقریب ہم شکر گزار بندوں کو جزا دیں گے''۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿١٤١﴾

''اوراس لیے بھی کہ نکھار دے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور مٹا دے کفر کرنے والوں کو''

لطیف مطالب کی ہمت سازکرنیں

ذہنوں اور دلوں میں اگر یہ کھٹک پیدا ہو کہ حادثات اور مہلک واقعات کیوں پیش آتے ہیں۔ ایمان کی روشنی ہونے کے باوجود بعض اوقات لرزا دینے والے سفر، جنگیں اور آزمائشیں ہلا کر رکھ دیتی ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت وسواس کی دلدل کو ایمانی سورج کی تپش سے فوراً خشک کر دیتی ہے۔ قرآن کا جواب دلوں اور روحوں میں اتر جاتا ہے کہ ایمان والوں کی اللہ ''تمحیص'' کرتا ہے اور منکرین کی اللہ ''تمحیق'' کرتا ہے۔ دونوں لفظوں کی ترشاخوں سے معنویت کا رس نچوڑنے کے لیے ہم لغت کی امہات کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

''تمحیص'' اور ''محص'' کا لغوی معنیٰ ہرن کا تیز دوڑنا ہوتا ہے (تاج)۔

مذبوح کا تڑپنا ''محص'' ہے، کسی کو زمین پر پھینک دینا، بجلی کا چمکنا، زائل کرنا، کمزور ہونا اور عیوب سے پاک کر دینا، بھالے کو صیقل کرنا، سونے کو آگ کی بھٹی میں ڈال کر صاف کرنا، سوجا ہوا بدن اگر ورم کم کر دے تو یہ ''المحص'' کہلاتا ہے۔ نکھارنا اور کمزوریاں دور کرنا اور عیوب سے پاک کر دینا(488)۔

دوسرا لفظ ''محق'' ہے۔ اس لفظ کا اساسی معنیٰ مٹانا اور گھٹانا ہوتا ہے اور برکت کے کم ہو جانے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ''المحق'' کھجور کے ان پودوں کو بھی کہہ دیتے ہیں جو قریب قریب لگے ہوتے ہیں۔ ''ماحق الصیف'' کا معنیٰ ہوتا ہے موسم گرما کی شدت، اسلامی مہینہ کی وہ آخری راتیں جن میں چاندنی غیب ہو جائے ''محاق'' کہلاتی ہیں(489)۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ ''محاق'' اور ''محص'' دونوں لفظوں کا معنیٰ ازالہ اور کم کرنا ہوتا ہے۔ دونوں میں ایک لطیف سا فرق ہے ''محق'' کا معنیٰ عین کسی چیز کو مٹا دینا ہوتا ہے اور ''محص'' کا معنیٰ میل کچیل کو ختم کر کے نکھار دینا، کمزوریاں ختم کر دینا ہوتا ہے(490)

تفسیری انطباق

حوادث کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خالص لوگوں کو عیبوں سے مبرّا کر دیتا ہے۔ ان کی صلاحتیں نکھار پکڑتی ہیں اور وہ لوگ معاشرہ میں ممتاز ہوتے ہیں، یہ کاروائی ان کے باطن میں تکمیل پذیر ہوتی ہے۔ یہ زندگی کا ایسا تجربہ ہوتا ہے کہ انسانی باطن کے خفیہ گوشے منور ہو کر سامنے آتے ہیں۔ یہ روحانی چھانٹی ہوتی ہے اور یہ اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے جبکہ کافرین کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ زمین پر طاقت سے چلتے پھرتے ہیں لیکن اندر سے وہ لوگ گند، کھوٹ اور زنگ سے لدے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ گندگی کا ایسا ڈھیر ہوتے ہیں جن سے منفعت مٹا دی گئی ہوتی ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو ظاہر نہیں کیا اور نہ ہی صبر کرنے والوں کو ظاہر کیا ہے''۔

مسلمانوں سے پہلے یہود و نصاریٰ کی عادت و روایت یہ تھی کہ وہ نجات کے لیے صرف نام کا مذہب دار ہونا کافی سمجھتے تھے۔ اسلام کی تحریک اٹھی اور حرا کا نور چمکا تو کردار کو اہمیت ملی، اخلاقی قدروں کو مذہب کی روح قرار دیا گیا۔ اس آیت معظمہ میں کھل کر اس حق اور حقیقت کو آشکار کر دیا گیا کہ صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ تم مسلمانوں کی فہرست میں داخل ہو جاؤ اور جنت کے مستحق گردان لیے جاؤ تمہیں اسلامی کردار کو اپنا کر خود کو استحقاقِ جنت کا ضامن سمجھنا ہوگا۔

آیت نے اعلان کر دیا کہ جہاد اور صبر وہ چھلنی ہے جس میں تم سب لوگوں کو ڈالا جائے گا اور پھر امتیاز کی حقیقی نشانی اپنا سر قائم کرے گی اور پتہ چل جائے گا واقعی مجاہد کون ہیں؟

قرآن مجید نے سورۂ بقرہ میں صاف واضح کر دیا (491):

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

''اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہ جنت والے ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے''۔

وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

''اور بے شک تم موت کی تمنا کرتے تھے اس سے ملاقات کرنے سے پہلے سو اب تم نے اسے دیکھ ہی لیا ہے اور تم خود حقیقتِ حال دیکھتے ہو''۔

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ نے جب رسول رحمت کے ذریعے مجاہدین کے سامنے شہدائے بدر کی شان بیان کی اور ان کی تکریم اور عزت کو اپنی زبان نور سے بیان کیا تو وہ لوگ جو بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، ان کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ ہمیں بھی شہادت کا درجہ ملے اور ہم اپنے شہید بھائیوں سے جا ملیں تو اللہ نے ان کے سامنے اسبابِ موت ظاہر کر دیے، وہ جب کچھ دیر کے لیے پسپا ہوئے تو اس آیت کا نزول ہوا کہ تم لوگ تو موت کی تمنا کرتے تھے اور جب احوال احد نے مواقع شہادت عیاں کر دیے تو تم لوگ پسپا کیوں ہو گئے؟ (خازن)۔

خوبصورت نکتہ

اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کام کوئی مشکل نہ تھا کہ وہ مومنین کو مشکلات میں ڈالے بغیر اور تکلیفوں میں مبتلا کرنے کے بغیر پہلے ہی دن کامیابی سے ہمکنار کر دے۔ وہ اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ فرشتوں کے ذریعے مدد کر دیتا اور وہ خود بھی تو ان کو ہلاک و برباد کر سکتا تھا لیکن جو اہداف مقرر ہوئے تھے وہ صرف فتح و نصرت نہ تھے بلکہ جماعت مسلمہ کی تربیت بھی مقصود تھی اس لئے کہ انہی لوگوں نے پوری انسانیت کے امام اور پیشوا بننا تھا۔ ان کو اگر تلخ و شیریں ہر قسم کے حالات کا خوگر نہ بنایا جاتا تو حق و صداقت پر وہ کیسے جم کر زندگی بسر کرتے۔ یہ حضرات صحابہ کو جانگداز مراحل سے گزارنا اس لئے تھا کہ وہ خوف ناک حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ صابرین اور مجاہدین کے لیے تو ایسا ضروری ہوتا ہے (492)۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ وَ سَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

''اور نہیں محمد مگر بڑی عظمت والے رسول یقیناً ان سے پہلے سارے ہی رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ انتقال کریں یا شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے قدم پھر جاؤ گے اور جو الٹے قدم پلٹے گا تو ہرگز اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا''۔

شانِ نزول

اس آیت کا شان نزول میدانِ اُحد کا ایک حربی اور ضربی منظر ہے۔ غزوۂ اُحد کا وہ خوفناک منظر جبکہ مسلمانوں اور صنم پرستوں کے درمیان جنگ کی آگ شعلے اُگل رہی تھی، دفعتاً ایک آواز بلند ہوئی کہ محمد ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں، یہ عین اس وقت کی بات ہے جب ابن قمیہ نے رحمت عالم ﷺ کی طرف پتھر پھینکا جس سے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک اور دندانِ مبارک زخمی ہو گئے۔ آپ ﷺ کا نچلا لب مبارک بھی زخمی ہو گیا اور چہرۂ انور لہولہان ہو گیا۔ اس روح فرسا کیفیت میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ٹوٹ کر لڑے اور شہید ہو گئے۔ آپ کا حلیہ حضور ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ میدان میں کسی نے شور مچا دیا کہ حضرت محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں، جونہی یہ آواز لرزی، کفار اور مشرکین مزید جری اور شوخ ہو گئے اور مسلمانوں کی صفوں میں اس کا اثر ہمت شکن ثابت ہوا اور ایک گروہ تو جنگ سے فارغ ہو گیا کہ اب لڑنے کا فائدہ کیا ہے لیکن فداکاروں کی ایک قلیل سی جماعت جو پامردی سے لڑتے رہے اور حضور ﷺ کی مدافعت جاری رکھی ان میں حضرت علی، ابو دجانہ، طلحہ اور انس بن نضر رضی اللہ عنہم تھے جو بہادری کے جوہر دکھاتے رہے تھے۔ انہی کی بہادری اور شجاعت نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا، انس بن نضر رضی اللہ عنہ خود تو شہید ہو گئے لیکن وفا کی تاریخ اپنے خون سے رقم کر گئے، معاً یہ خبر بھی حوصلے بانٹ گئی کہ رحمت عالم ﷺ سلامت ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (493)۔

رسیلی خوشبوؤں کی کائنات

قرآن مجید میں پہلی بار آقا ﷺ کا اسم گرامی آیا ہے اسے میں کیا لکھوں، فطرت کا نقاش خود اسم پاک کی عطر بیزیاں اور رنگ ریزیاں زبان حق سے تقسیم فرما رہا ہے۔ محمد ﷺ ایسا نام ہے کہ اگلوں پچھلوں کا عز و کمال اسی نام سے معنون ہے۔ ریاضت سخن کرنے والوں نے اس سے زیادہ میٹھا نام پہلے سنا ہی نہیں۔ شیریں مقالوں نے اسی نام کو چشمۂ لذت جانا ہے۔ اس نام کی ''میم'' ملکوت ارض و سما کی کنجی ہے اور اسم پاک کی ''حا'' لوح محفوظ کے علوم و معارف کی حرف کہانی ہے۔ اگلی دو ''میموں'' میں محبت و مودّت کی جلوہ گری ہے اور ''دال'' میں ساری کائنات کا دل دھڑک رہا ہے۔ ایک بار اگر اس نام کا نطق بوسہ لے لے تو سارے جہاں کی روشنیاں رم جھم، رم جھم برس کر نام لینے والوں کی تعریف میں قلزم بن جائیں، موجِ نسیم جس نام کی خوشبو پا کر لولاک کی

تقریب میں افلاک کا راز پا لے وہ معطر معطر، وہ مطہر مطہر اور معنبر معنبر، پاکیزہ اور فضیلت مآب نام محمد ﷺ کا ہے۔ اسم پاک کا ہر حرف بے نقطہ ہے جو مسمّٰی کے بے عیب ہونے کی طرف بلیغ اشارہ ہے۔ میم کے کنڈل سے مروّت اور محبت کی شعائیں پھوٹتی ہیں اور "حا" صبائے جنت سے تازگی لے کر وجود معنیٰ و مفہوم پر رنگوں کی زباں میں حنا بند ہوتی ہے اور "دال" دن رات سلاموں کی مہک لے کر پیغام نو بہاری کے لیے زمزمہ خواں نظر آتی ہے۔ نام محمد ﷺ سنتے ہی فضیلتیں، کرامتیں، برکتیں اور رحمتیں مرحبا مرحبا کا ورد شروع کر دیتی ہیں اور قمریاں بلبلیں، "خدا خود ہے ثنا خوانِ محمد ﷺ" کے گیت گانے لگ جاتی ہیں۔

سبحان اللہ یا محمد یا رسول اللہ ﷺ

یہ بات تاریخی حقیقت ہے کہ اسم پاک محمد ﷺ عربستان میں ہمارے آقا ﷺ سے پہلے شائع نہیں تھا۔ حرفوں کی جوہریت اور شفافیت کی طرح اس نام کی معنویت میں بھی عرشیت ہے۔ وہ ذات جس کی یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ حمد کی گئی ہو اسے محمد کہتے ہیں۔ راغب اصفہانی نے اس خاص اسم کا معنیٰ "مجموعہ خوبی" کیا ہے (494)۔ مخلوقات ارضی و سماوی میں ہر ایک کا اوصاف اور کمالات میں ایک انتہائی مقام ہے۔ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مخلوقات میں وہ پیکر اور وہ وجود جسے اللہ کے بعد بزرگ ترین کہا جا سکتا ہے وہ حضور ﷺ ہی کا پیکر نور ہو سکتا ہے۔ فضیلتوں کے اسی عروج کا نام محمد ہے اسی لئے انہیں لوح بھی کہا گیا ہے اور قلم بھی، نور بھی کہا گیا ہے اور رحمت بھی لیکن ہر مفہوم میں ایک دوسرا مطلب دمکتا نظر آتا ہے لیکن عروج اور معراج کی لفظی بارات جہاں، جدھر اور جب بھی سجتی ہے اسم محمد ہی دولہا نظر آتا ہے اور اپنی معنویت میں لاشریک بھی ہو جاتا ہے۔ خالق خود بھی اس میں شریک نہیں ہوتا بلکہ صلوٰۃ و سلام کی زمزمہ سنجیوں کو بارگاہ ایزدی ہی سے سند محبوبیت مل جاتی ہے۔ یہ بات عبدالماجد دریا آبادی نے خوبصورت لکھی ہے (495) کہ حمد کا ایک معنیٰ قاموس نے "قضا الحق" بھی لکھا ہے، اس طرح محمد کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ جس کا حق پورا کر دیا گیا ہو۔ قدرت کی طرف سے نوع انسان کو جس سرحدِ کمال تک پہنچانا مقصود تھا اور انسان کا اپنے خالق پر جو حق تخلیق اور حق اکمال تھا وہ محمد ﷺ پر پورا کر دیا گیا ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

یہ آیت تو ہے ہی لیکن نام محمد ﷺ مخلوق میں اعلیٰ و اولیٰ ہونے کی خوبصورت دلیل ہے۔

عربی زبان میں باب تفعیل کی خاصیات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ایک خاصیت یہ بیان کی گئی کہ اس میں معنویت لفظ خود ابھرتی ہے اور اپنی حقیقت منوالیتی ہے اور دوسری خاصیت یہ ہوتی ہے کہ لفظ میں معنویت اپنے تمام پہلوؤں کا استقصاء کیے ہوتی ہے۔ لفظ محمد ایسا معنوی سحر رکھتا ہے کہ ہر دیکھنے والا اس نام کے پیکر کی تعریف کرنے میں رطب اللسان ہو جاتا ہے اور حمد جنس کی کوئی ایسی جزئیت نہیں جسے لفظ محمد کی کلیت نے گھیرا ہوا نہ ہو۔ احسن مطالب اور افضل محاسن کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو خیمۂ محمدیت میں پناہ گزیں نہ ہو۔ نیکیوں اور صالحات کا کوئی پھول ایسا نہیں جس کی خوشبو حائے حمد میں حنوط نہ کر دی گئی ہو۔ ادب میں بہار اسی نام سے ہے، علوم میں رعنائی اسی اسم پاک سے ہے، عرفان میں شباب اسی نام کا صدقہ ہے، ادیان کے فرادیس اسی نام کی روحانیت سے قائم ہیں۔ اس نام کی چمک پر زہرہ و پروین نثار ہیں، دبستان عشق میں ھاھو کا راز یہی نام ہے، گردوں کا وقار اسی نام کا ورد ہے، عندلیبان چمن اسی نام کی نغمہ گری سے زندہ ہیں اور ارض و سما کے ملکوتی اور لاہوتی شہوار یہی نام لے کر تکوین کے جگر تک جا پہنچتے، شاہوں کے سر پر اس نام کے نگینوں کے سوا تاج سجتے ہی نہیں، شعور شش جہات اسی نام کی دال میں موج میں ہے۔ اسرافیل اس نام کی کنجی سے ہی خزائن ارزاق کے ابواب کھولتے ہیں۔ یہ نام لحن صریر بھی ہے، رنگ تعریف قلم بھی ہے، شمیم صبح کا نفحہ خلود یہی نام اور دشت شام میں نسیم سکون کا نفح مستاں بھی یہی نام ہے۔ محمد محمد ﷺ۔

سیرت ابن ہشام میں ہے (496):

قریشیوں نے آپ کا نام "مذمم" رکھ چھوڑا تھا۔ یہ کہہ کر وہ لوگ محمد ﷺ کی برائی کرتے تھے، اس پر حضور ﷺ فرماتے تھے کیا یہ حیرت ناک بات نہیں کہ اللہ مجھ سے قریش کی گندگی کو کیسے دور کرتا ہے، وہ تو گالیاں کسی مذمم کو دیتے ہیں اور اسی کی ہجو کرتے ہیں اور "میں تو محمد ﷺ ہوں"۔

الصحیح للمسلم میں ہے (497):

حضور ﷺ نے فرمایا:

"میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، احمد ہوں اور ماحی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر گریں گے اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

اسم پاک محمد ﷺ کی چمک، برکت، روشنی اور مٹھاس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اللہ نے اس اسم کو ساق عرش پر لکھ دیا۔ آدم کی توبہ اسی نام کے تصدق ہوئی، انجیل کی رمزیت، زبور کی نغمیت اور تورات کی تجلیت کا راز یہی نام ہے۔ مذاہب کی پرانی کتابوں میں بھی محمدیت کا جلوہ رشک معراج بنا ہوا ہے۔ دسترخوان پر محمد نام کا کوئی آدمی آ بیٹھے تو برکتوں کو سمیٹنا دشوار ہو، ہنگامۂ محشر میں نام محمد جن اسماء کا سابقہ یا لاحقہ ہو آگ ان وجودوں کو چھو نہ سکے۔ آقا ﷺ نے فرمایا: "جو میرا نام سن کر درود و سلام نہ پڑھے وہ بخیل ہے، گویا سخاوت تو یہ ہے کہ دم دم نام محمد ﷺ کی مالا چلتی رہے۔

آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است۔

ایک اہم تفسیری نقطہ

قرآن کہتا ہے کہ محمد ﷺ نہیں ہیں مگر عزّ و عظمت والے رسول ہیں۔ رسول پر تنوین نے فضیلت و احتشام کا معنیٰ پیدا کیا۔ اس جملے میں ایک اہم معنیٰ فروزاں ہے۔ بعض بے ذوق لگے رہتے ہیں کہ محمد ﷺ کی بشری زندگی الگ چیز ہے اور رسولی حیثیت دوسری نوعیت کا اعزاز ہے۔ قرآن مجید سمجھاتا ہے کہ محمدیت کے ہر جزو میں رسالت کا نور ہویدا ہے اس چراغ کا فتیلہ "حمدیت، نور حق" کی کرن کرن بن کر تقدیس رسالت کی بات کرتا ہے، چونکہ معاملہ رسولوں کا تھا اس لئے "خلت" لفظ استعمال کیا ہے گویا سمجھایا یہ جا رہا ہے کہ رسول نے کوئی ایک وادی منور نہیں کرنی ہوتی، اقران و ازمنہ نے ان کے وجود کی خیرات لینی ہوتی ہے، اس لیے جو ماننے والے ہیں انہیں سمجھنا چاہیے کہ ان کے وصال یا ارتحال کا تھوڑا ہی یہ معنیٰ ہوتا ہے کہ آدمی الٹے پاؤں دین سے برگشتہ ہو جائے،

انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیت اچھی کرے، اپنا مقسوم روحانی رکھے اور آرزو اسلامی اور دینی لحاظ سے اخروی قرار دے

وہ ادھر رہیں یا اُدھر، لمحات و دقیقات سب انہی کے پسینہ کی خوشبو ہوتی ہے۔
اصل تفسیری لِمؔ تو آیت کی یہ ہے کہ مسلمانوں کا نفسیاتی ذہول ان کے ذہنوں سے دور کیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے جو جنگ سے الٹا پھرتا ہے وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرتا، اصل میں وہ خود اپنے آپ کو ایذا دیتا ہے۔ اللہ کسی کے ایمان یا تسلیم کا محتاج نہیں ہے یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ محمد ﷺ ایسے رہبر مل گئے ہیں اور اسلام جیسا دین ہدیہ کر دیا گیا ہے۔ انسانی حیات کو خرابیوں سے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہر حالت میں جم کر دین کی راہ میں تگ وتاز جاری رکھی جائے۔

مدد دے یا ربّ
بحق اسم محمد ﷺ

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِھٖ مِنْھَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِھٖ مِنْھَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾

”اور نہیں ممکن ہے کسی جان کے لیے کہ وہ مر جائے سوائے اس کے کہ اللہ کا حکم ہو جائے جس کا ایک مقررہ وقت لکھا ہوا ہے اور جو دنیا کا ثواب چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں اور جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرت کے ثواب کا تو ہم اسے اس سے دیں گے اور عنقریب ہم شکر گزار بندوں کو جزا دیں گے“۔

تعلیم اور تربیت کے لحاظ سے اس آیت کا مرکزی موضوع محنت اور جدوجہد کا صلہ ہے۔ استدلال تقدیر اور قضاء کے محکم نظام پر اٹل یقین سے کیا جاتا ہے۔ صاحبِ یقین اور صاحبِ ایمان خود کو عارضی حالات کی بھینٹ نہیں چڑھاتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ قرآن کی بنیادی تعلیم ہے کہ موت کو اللہ کی طرف سے وقت معین کے ساتھ مربوط مانا جائے، یہ اللہ ہی ہے جس کو جب اور جہاں چاہے موت دے دے، موت سے نہ بھاگا جا سکتا ہے اور نہ ہی موت کے وقت میں کوئی تصرف کیا جا سکتا ہے۔ آیت اس عقیدہ کی بنیاد پر سکھاتی ہے کہ خدا طلبی سے بڑھ کر کوئی عقیدہ صالح نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ بات پختہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ دنیا طلبوں کو دنیا ملتی ہے اور آخرت کے طلب گاروں کو اخروی ثواب اور جزا ملتی ہے۔
جزاؤں اور انعامات میں نیّات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ انسان کی رغبت، خواہش اور آرزو اس کے مقسوم کا نشان ہوتی ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیت اچھی کرے، اپنا مقسوم روحانی رکھے اور آرزو اسلامی اور دینی لحاظ سے اخروی قرار دے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نیت آخرت میں ثواب کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی پیدا کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس کی نیت دنیا کا حصول ہو تو اللہ تعالیٰ محتاجگی اور افلاس کو اس کے روبرو کر دیتا ہے اور اس کے دل کو پراگندہ کر دیتا ہے، اس طرح دنیا میں اس کو اتنا ہی ملتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے (498)۔
غزوۂ اُحد ہی میں علی کرم اللہ وجہہ الکریم زخمی ہوئے تھے۔ صحابہ جب ان کی زخم پرسی کے لیے حاضر ہوئے تو آپ بار بار فرماتے ہیں کہ زخم تو کچھ نہیں یہ مندمل ہو جانے والا ہے، میں تو شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے پائے استقامت میں تزلزل نہیں ہوا۔ اللہ کو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ دو آیتوں کے آخر میں فرمایا: ”ہم شاکرین کو جزا اور صلہ دیتے ہیں“ (499)۔
آیت میں مفاہیم کی ترتیب یہ ہوگی:

1۔ یہ یقین کی عظمت اور فضیلت ہوتی ہے کہ موت کے بارے میں اللہ کی مشیت سے وہ مربوط ہو۔
2۔ یہ قطعی بات ہے کہ ہر نفس کے لیے موت کا وقت اور جگہ معین ہے اس میں ردوبدل نہیں ہوتا۔
3۔ دنیا میں عزائم اور نیتوں کا بڑا دخل ہے، یہ کردار کا رخ متعین کرنے والے وسائل ہیں۔
4۔ آخرت کا پھل دنیا میں محنت اور جدوجہد کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔
5۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کردار کا ایک جمالیاتی صلہ ہے۔

حوالہ جات

(488) تاج العروس: زبیدی حنفی ایضاً لسان العرب ایضاً التحقیق ایضاً راغب ایضاً کبیر ایضاً قرطبی ایضاً روح البیان ایضاً روح المعانی ایضاً المنجد ایضاً لغات القرآن ایضاً تہذیب ایضاً الصحاح
(489) تاج ایضاً لسان ایضاً راغب ایضاً تہذیب ایضاً آلوسی ایضاً قرطبی وغیرہ
(490) روح المعانی: آلوسی
(491) القرآن سورۃ البقرہ:82
(492) فی ظلال القرآن: سید قطب
(493) اسباب النزول سیوطی ایضاً معالم التنزیل ایضاً خازن
(494) المفردات: راغب
(495) تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریا آبادی
(496) سیرت ابن ہشام: ابن ہشام
(497) تاریخ الاسماء ص185: سید نجیب
(498) معالم التنزیل: بغوی
(499) مجمع البیان: طبرسی ایضاً سیرت علی رضی اللہ عنہ

شعبان میرا مہینہ ہے

حافظ سخی احمد

شهر رمضان شهر الله وشهر شعبان شهري، شعبان المطهر، ورمضان المكفر (کنز العمال)

''ماہِ رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اور ماہِ شعبان میرا مہینہ ہے، شعبان (گناہوں سے) پاک کرنے والا ہے اور رمضان (گناہوں کو) ختم کر دینے والا مہینہ ہے''۔

درج بالا فرمان مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے شعبان کو اپنا مہینہ قرار دیا اور درج ذیل نکات کی وجہ سے زیر مطالعہ حدیث پاک نہایت اہم ہے:

- کسی بھی شے کو حضور آقا کریم ﷺ کا خود سے نسبتِ خاص دینا اُس کی فضیلت اور رفعتِ شان کیلئے نہایت اہم ہے۔
- حُرمت والے چار مہینوں میں سے کسی کو بھی خود سے منسوب نہ کرنا
- ربیع الاوّل شریف میں رسول اللہ ﷺ کے میلاد پاک کا مہینہ ہے اور اسی ماہِ مقدس میں محبوب رب العالمین ﷺ کے وصال مبارک کا مہینہ بھی ہے۔لیکن اس ماہِ مبارک کی بجائے شعبان کو اپنا مہینہ قرار دیا
- تمام مہینوں میں سے شعبان کا ہی انتخاب فرمانا

شعبان کو اپنا مہینہ قرار دیتے ہوئے آقا کریم ﷺ نے اس کی تعظیم کا حکم دیا اور اس تعظیم کی تاکید بھی فرمائی۔شعب الایمان کی روایت اس سلسلہ میں رہنمائی کرتی ہے:

وَ شَعْبَانُ شَهْرِي فَمَنْ عَظَّمَ شَهْرَ شَعْبَانَ فَقَدْ عَظَّمَ أَمْرِي، وَمَنْ عَظَّمَ أَمْرِي كُنْتُ لَهُ فَرَطًا وَ ذُخْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (شعب الایمان)

''شعبان میرا مہینہ ہے۔جس نے ماہِ شعبان کی تعظیم کی تو یقیناً اُس نے میرے حکم کی تعظیم کی اور جس کسی نے بھی میرے حکم کی تعظیم کی تو میں اللہ کا رسول قیامت کے روز اُس کا پیشرو اور ذخیرہ ہوں گا''۔

شعبان درود و سلام کا مہینہ ہے:

حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کا شعبان کو اپنا مہینہ قرار دینے کی درج ذیل حکمتیں ہو سکتی ہیں:

امام قسطلانی نے ''المواہب اللدنیہ'' میں ایک لطیف بات کہی ہے فرماتے ہیں:

إِنَّ شَهْرَ شَعْبَانَ شَهْرُ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه واله وسلم، لِاَنَّ آيَةَ الصَّلَاةِ يَعْنِي: اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الأحزاب) نَزَلَتْ فِيْهِ

''بے شک شعبان رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا مہینہ بھی ہے، اس لیے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں درود و سلام کی آیت نازل ہوئی''۔

نبی پاک ﷺ نے شعبان کو اس لیے اپنا مہینہ قرار دیا کہ اس میں عظمتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا وہ عظیم الشان اظہار ہے کہ اللہ رب العالمین نے ساری دُنیا کو یہ سمجھایا کہ مالک لم یزل خود بھی اور اُس کے سارے فرشتے بھی اللہ کے محبوب پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔اس لیے مومنوں تمہارے بھی عافیت و نجات دونوں جہانوں میں اسی میں ہے کہ تم بھی اللہ کے سوہنے محبوب پر دَم دَم درود و سلام بھیجتے ہی رہو۔

حضور ﷺ کی اُمت کی مغفرت کا مہینہ ہے حضور رؤوف الرحیم آقا ﷺ کو اپنی اُمت سے اس قدر پیار ہے کہ خالقِ کائنات نے خود قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر اپنے محبوب کو اُمت کے معاملے میں تسلی دی۔شعبان کے مبارک مہینہ میں شب برأت کی مغفرت و رحمت والی گھڑیاں آتی ہیں۔

کنز العمال سے درج ذیل روایات اس بات کو واضح کر دیتی ہیں:

ينزل الله إلى السماء الدنيا ليلة النصف من شعبان، فيغفر لكل مؤمن، إلا العاق و المشاحن

''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دُنیا پر اپنی شان کے لائق نزول فرماتا ہے اور والدین کے نافرمان اور کینہ پرور شخص کے ہر مؤمن کی بخشش فرما دیتا ہے''۔

ينزل الله إلى السماء الدنيا ليلة النصف من شعبان، فيغفر لكل بشر إلا رجلا مشركا، أو رجلا في قلبه شحناء

''اللہ رب العالمین نصف شعبان کی رات میں آسمان دُنیا پر نزول رحمت فرماتا ہے اور سوائے مشرک اور جس کے دل میں کینہ ہوتا ہے ہر بشر کی بخشش فرما دیتا ہے''۔

درج بالا احادیث پاک سے معلوم ہوا کہ شب برأت میں اُمّت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔اسی بنا پر محبوب رب العالمین ﷺ نے شعبان کو اپنا مہینہ قرار دیا۔

مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں درج ذیل الفاظ بھی ہیں:

إن الله تعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى سماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب

''بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں دُنیا کے آسمان پر رحمت فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے''۔

بقیہ صفحہ نمبر 18 پر

رحمت و مغفرت کی رات

ڈاکٹر منظور حسین اختر

دورِ حاضر کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے جانے انجانے سے روکا جا رہا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینا بھی چاہے تو اسے شکوک وشبہات میں ڈال کر پھر سے دور کر دیا جاتا ہے، ہمیں ان کی نیت پر شک نہیں لیکن ایسا کام ہرگز اللہ کے دین کی خدمت نہیں، بلکہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے دور کرنے کی دانستہ یا نادانستہ غلطی قرار دیا جاسکتا ہے۔

انھی غلط فہمیوں میں سے ایک شب برأت میں عبادت ہے۔ اگرچہ اس میں امت افراط وتفریط کا شکار ہے، لیکن کچھ لوگوں کی تحریر وتقریر کا سارا زور یہی ہے کہ شب برأت کو عبادت نہ کی جائے یہ کام بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ رب العزت نے بعض دنوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ یوم جمعہ کو ہفتہ کے تمام ایام پر، ماہ رمضان کو تمام مہینوں پر، قبولیت کی ساعت کو تمام ساعتوں پر، لیلۃ القدر کو تمام راتوں پر اور شب برأت کو دیگر راتوں پر فضیلت دی ہے۔

اَحادیث مبارکہ سے شعبان المعظم کی 15 ویں رات کی فضیلت وخصوصیت ثابت ہے جس سے مسلمانوں کے اندر اتباع واطاعت اور کثرت عبادت کا ذوق وشوق پیدا کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ عرفِ عام میں اسے شبِ برأت یعنی دوزخ سے نجات اور آزادی کی رات بھی کہتے ہیں، لفظ شبِ برأت اَحادیث مبارکہ کے الفاظ ”عتقاء من النار“ کا بامحاورہ اُردو ترجمہ ہے۔ اس رات کو یہ نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا کیوں کہ اس رات رحمتِ خداوندی کے طفیل لاتعداد انسان دوزخ سے نجات پاتے ہیں۔

اس فضیلت وبزرگی والی رات کے کئی نام ہیں:

لیلۃ المبارکۃ: برکتوں والی رات۔

لیلۃ البراءۃ: دوزخ سے آزادی ملنے کی رات۔

لیلۃ الصّک: دستاویز والی رات۔

لیلۃ الرحمۃ: اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کے نزول کی رات۔

(زمخشری، الکشاف، 4/272)

شب برأت کی فضیلت احادیث نبویہ میں

تقریباً دس جلیل القدر صحابۂ کرام:

(1) حضرت ابوبکر

(2) حضرت علی المرتضیٰ

(3) حضرت عائشہ صدیقہ

(4) حضرت معاذ بن جبل

(5) حضرت ابوہریرہ

(6) حضرت عوف بن مالک

(7) حضرت ابوموسیٰ اشعری

(8) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص

(9) حضرت ابوثعلبہ الخشنی

(10) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم اجمعین

سے شب برأت کے متعلق احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يطلع الله على خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الا لمشرك او مشاحن

(المعجم الکبیر: مالک بن یخامر عن معاذ، ۲/ ۱۰۸/ حدیث نمبر ۲۰۳۔ المعجم الاوسط: من اسمہ محمد، ۷/ ۳۶، روایت نمبر: ۶۷۷۶۔ صحیح ابن حبان: باب ماجاء فی التباغض، ذکر مغفرۃ اللہ لیلۃ النصف من شعبان، ۱۲/ ۴۸۱ حدیث نمبر: ۵۶۶۵۔ مسند الشامیین: ماروی ابن ثوبان عن ابیہ ۱/ ۱۲۸، ۳۰ حدیث نمبر: ۲۰۳، ۲۰۵۔ مجمع الزوائد: حدیث: ۱۲۹۲۱)

”اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مشرک اور کینہ پرور کے علاوہ ساری مخلوق کی مغفرت کر دیتا ہے“۔

اس روایت کو علامہ ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ہیثمی اس روایت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد: روایت نمبر: ۱۲۹۲۱)

۲۔ حضرت ابوثعلبہ خشنی نبی اکرم ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں:

يطلع الله على عباده ليلة النصف من شعبان فيغفر للمومنين ويمهل الكافرين ويدع اهل الحقد بحقدهم حتى يدعوه

(المعجم الکبیر: مکحول عن ابی ثعلبۃ، ۲۲/ ۲۲۳، روایت نمبر: ۵۹۰)

”اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی شب اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تمام مومنین کی مغفرت فرمادیتے ہیں، اور کافرین کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں اور کینہ پرور کی جب تک کہ وہ اس سے باز نہ آئے اس کے کینہ پروری کی وجہ سے مغفرت نہیں کرتے“

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول ألا من مستغفر فأغفر له ألا مسترزق فأرزقه ألا مبتلى فاعافيه ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر

(سنن ابن ماجہ: کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

”جب پندرہ شعبان کی شب آئے تو اس رات کو عبادت کرو اور اس دن روزہ رکھو اس لیے کہ اس رات سورج غروب ہوتے ہی اللہ آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور صبح

صادق تک یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ کیا ہے کوئی مغفرت کا طالب جس کی میں مغفرت کردوں؟ کیا کوئی رزق کا طلب گار ہے جسے میں رزق عنایت کروں؟ کیا کوئی مصائب میں مبتلا ہے جسے میں اس سے نجات دوں؟''۔

۴۔ حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان نادی منادھل من مستغفر فاغفرلہ ھل من سائل فاعطیہ فلایسأل احد شیئاالا اعطی الا زانیۃ بفرجھا او مشرک

(الفتح الکبیر: ۱/۱۳۳، روایت نمبر: ۱۳۱۹)

''جب پندرہ شعبان کی رات آتی ہے تو ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے، کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں کیا کوئی سائل ہے کہ میں اسے دوں؟ تو بدکار عورت اور مشرک کے علاوہ جو شخص بھی کسی چیز کا سوال کرتا ہے اسے وہ چیز دے دی جاتی ہے''۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس رات رسول اللہ ﷺ کے جنت البقیع تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

فقدت النبی ﷺ لیلۃ فخرجت اطلبہ فاذاھو بالبقیع رافع راسہ الی السماء فقال یا عائشہ أکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قالت قد قلت ما بی ذلک ولکنی ظننت أنک أتیت بعض نسائک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی سماء الدنیافیغفر لاکثر من عددشعر غنم کلب

(سنن ابن ماجہ: کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان۔ سنن ترمذی: کتاب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

''میں ایک رات نبی اکرم ﷺ کو اپنے پاس نہ پائی تو میں آپ کی تلاش میں نکلی، میں نے دیکھا کہ آپ ''بقیع'' میں موجود ہیں اور اپنا سر آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں اس بات کا خوف ہے کہ تم پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کرے گا، میں نے کہا کہ میں تو ایسا نہیں سمجھتی، البتہ میں نے یہ سمجھا کہ آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کی شب اللہ آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ لوگوں کی مغفرت کرتے ہیں''۔

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا:

اتانی جبریل فقال ھذہ لیلۃ النصف من شعبان وللہ فیھا عتقاء من النار بعدد شعور غنم کلب لاینظر اللہ فیھا الی مشرک ولا مشاحن ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبل ولا الی عاق لوالدیہ ولا الی مدمن خمر قالت ثم وضع عنہ ثوبیہ فقال أتاذنین لی فی قیام ھذہ اللیلۃ فقلت بأبی انت وامی فقام فسجد لیلا طویلا حتی ظننت انہ قبض۔

(الترغیب والترہیب: ۱۹۱/۴۔ کنز العمال: الاکمال من لیلۃ النصف من شعبان، روایت نمبر: ۳۵۱۸۴)

''میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اس میں قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر جہنم سے لوگ آزاد کیے جاتے ہیں، اللہ اس رات مشرک، کینہ پرور، قطع رحمی کرنے والے، والدین کے نافرمان اور شراب پینے والے کی طرف نظر رحمت نہیں کرتے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر سے کپڑے ہٹائے اور فرمایا اے عائشہ کیا تم مجھے آج کی رات عبادت میں مصروف رہنے کی اجازت دوگی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان (ضرور آپ عبادت کریں میری طرف سے اجازت ہے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ اتنی دیر سجدہ میں پڑے رہے کہ مجھے یہ خیال آنے لگا کہ کہیں آپ کی وفات تو نہ ہوگئی''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یدعو وھو ساجد لیلۃ النصف من شعبان یقول أعوذ بعفوک من عقابک وأعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بک منک جل وجھک وقال امرنی جبریل أن اردد ھن فی سجودی وعلمتھن

(جامع الاحادیث والمراسیل: ۱/۱۸/حدیث نمبر: ۱۱۵۸۲)

''پندرہ شعبان کی رات میں دعا کررہے تھے اور سجدے میں کہہ رہے تھے اے اللہ میں آپ کے عقاب سے آپ کی معافی کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کی ناراضگی سے آپ کی رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی پکڑ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے کہا ہے کہ میں ان کلمات کو اپنے سجدہ میں بار بار کہوں اور یہ کلمات مجھے سکھائے گئے ہیں''۔

۷۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:

ان اللہ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن

(سنن ابن ماجہ: کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

''بیشک اللہ پندرہ شعبان کی رات اپنی مخلوق پر متوجہ ہوتے ہیں اور مشرک وکینہ پرور کے سوا تمام لوگوں کی مغفرت کردیتے ہیں''۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہے کہ جناب رسالتمآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یطلع اللہ عزوجل الی خلقہ لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لعبادہ الالاثنین: مشاحن وقاتل نفس

(مسند احمد: مسند عبد اللہ بن عمر، روایت نمبر: ۶۶۴۲ یہ حدیث حسن ہے)۔

''اللہ عزوجل پندرہ شعبان کی شب اپنی مخلوق

کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور دوقسم کے لوگوں یعنی کینہ پرور اور خودکشی کرنے والے کے سوا سارے بندوں کی مغفرت کردیتے ہیں"۔

۹۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے:

اذا کان لیلة النصف من شعبان ینزل اللہ تبارک وتعالیٰ الی سماء الدنیا فیغفر لعبادہ الاما کان من مشرک او مشاحن لاخیه

(مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۱۲۹۵۷، امام بیہقی ترغیب میں فرماتے ہیں: لاباس باسنادہ)

"جب پندرہ شعبان کی شب آتی ہے تو اللہ آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور مشرک اور اپنے بھائی سے کینہ رکھنے والے لوگوں کے سواسب کی مغفرت کردیتے ہیں"۔

۱۰۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا کان لیلة النصف من شعبان یغفر اللہ لعبادہ إلا لمشرك أو مشاحن

(مسند البزار: ص: ۲۴۵، علامہ ہیثمی کہتے ہیں: اس کے ایک راوی ہشام سے میں واقف نہیں ہوں البتہ بقیہ سارے راوی ثقہ ہیں)

"جب نصف شعبان کی شب آتی ہے تو اللہ مشرک اور کینہ پرور کے علاوہ اپنے سارے بندوں کی مغفرت کردیتے ہیں"۔

۱۱۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یطلع اللہ تبارك وتعالی علی خلقه لیلة النصف من شعبان، فیغفر لهم کلهم إلا لمشرك أو مشاحن

(مسند بزار: ۲۷۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۴۷۹، شعب الایمان بیہقی: ۳۶۷۲، مرسل جید)

"اللہ پندرہ شعبان کی رات اپنی مخلوق پر متوجہ ہوتا ہے اور مشرک وکینہ پرور کے سوا تمام لوگوں کی مغفرت فرمادیتا ہے"۔

ان متعدد اور معتبر کتابوں میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول روایتوں کے علاوہ اور بھی روایتیں اور آثار شب برأت کی فضیلت سے متعلق منقول ہیں جن میں شب برأت کی فضیلت اور اس دن بندوں کی جانب پروانہ بخشش عنایت کرنے والے خدائے بزرگ وبرتر کی خصوصی عنایت وتوجہ کا تذکرہ اجمالاً یا تفصیلاً مذکور ہے اور یہ روایتیں صحیح یا حسن درجے کی ہیں اور خود غیر مقلدین کے نزدیک معتبر محقق علامہ البانی نے اپنی کتاب السلسلۃ الصحیحۃ میں کئی صفحات پر مشتمل مفصل گفتگو کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ شب برأت سے متعلق روایتیں صحیح اور حسن درجہ کی ہیں اور بحث کے اخیر میں دمشقی عالم ابوالفرج محمد جمال الدین القاسمی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

و جملة القول أن الحدیث بمجموع هذه الطرق صحیح بلا ریب و الصحة تثبت بأقل منها عددا ما دامت سالمة من الضعف الشدید کما هو الشأن في هذا الحدیث، فما نقله الشیخ القاسمي رحمه اللہ تعالی في "إصلاح المساجد" (ص: 107) عن أهل التعدیل و التجریح أنه لیس في فضل لیلة النصف من شعبان حدیث صحیح، فلیس مما ینبغي الاعتماد علیه، و لئن کان أحد منهم أطلق مثل هذا القول فإنما أوتي من قبل التسرع و عدم وسع الجهد لتتبع الطرق علی هذا النحو الذي بین یدیك

(السلسلۃ الصحیحۃ، مصنف علامہ البانی: ۳/ ۱۳۵)

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ (شب برأت کی فضیلت کی حدیث) ان سندوں کے ساتھ بلاشبہ صحیح ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے کم عدد سے بھی صحت ثابت ہوجاتی ہے، بشرطیکہ وہ ضعف شدید سے محفوظ ہو، جیسا کہ اس حدیث کا یہی حال ہے، اس لیے شیخ قاسمی نے "اصلاح المساجد" میں صفحہ: ۱۰۷ پر اہل تعدیل وجرح سے جو یہ نقل کیا ہے کہ نصف شعبان کی شب کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، یہ بات قابل اعتماد نہیں ہے، اور اگر کسی نے ایسی بات کہی ہے تو وہ درحقیقت جلدبازی اور جس طرح میں نے احادیث کی سندوں کی چھان بین کی ہے اس طرح چھان بین نہ کرنے کا نتیجہ ہے"۔

شب برأت صحابہ، ائمہ، اور فقہاء کی نظر میں

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس رات کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لیلة النصف من شعبان هی لیلة البراءة یبرم فیها امر السنة وینسخ الاحیاء من الاموات ویکتب الحاج فلایزاد فیهم احد ولاینقص منهم احد

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: سورۂ دخان)

"پندرہ شعبان کی رات جہنم سے رہائی کی رات ہے اس میں پورے سال سے متعلق فیصلوں کو قطعیت دی جاتی ہے، زندوں کا نام مردوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے اور حاجیوں کی تعداد وتعیین لکھی جاتی ہے اس میں نہ کسی کی زیادتی ہوسکتی ہے اور نہ ہی کمی"۔

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تنسخ فی النصف من شعبان الآجال حتی ان الرجل لیخرج مسافرا وقد نسخ من الاحیاء الی الاموات ویتزوج وقد نسخ من الاحیاء الی الاموات

(مصنف عبدالرزاق: کتاب الصوم، باب النصف من شعبان)

"پندرہ شعبان کی شب موت کے اوقات لکھے جاتے ہیں حتی کہ ایک آدمی سفر کو نکلتا ہے جبکہ اس کا نام زندوں کے بجائے مردوں میں لکھ چکا ہوتا ہے اور آدمی شادی کرتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں کے بجائے مردوں میں لکھ چکا ہوتا ہے"۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس شب کی فضیلت اسی طرح منقول ہے، چناں چہ مصنف عبدالرزاق: کتاب الصوم، باب النصف من شعبان، میں حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ روایت مذکور ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:

وبلغنا ان الدعاء یستجاب فی خمس لیال فی لیلة الجمعة ولیلة الاضحی ولیلة الفطر واول لیلة من رجب ولیلة النصف من شعبان— واناا ستحب کل ماحکیت فی هذه اللیالی

(الام: کتاب صلاۃ العیدین، العبادۃ لیلۃ العیدین، سنن بیہقی الکبری کتاب الصلاۃ، باب عبادۃ لیلۃ العیدین)

"ہم تک (صحیح سندوں سے) یہ بات پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعائیں قبول ہوتیں ہیں، یعنی جمعہ کی رات، عیدالاضحیٰ کی رات، عیدالفطر کی رات، رجب کی پہلی رات اور پندرہ شعبان کی رات میں بھی اور ان راتوں

کے سلسلہ میں جو باتیں منقول ہیں میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں"۔

حضور غوث الاعظم کا فرمان مبارک

شب برأت فیصلے، قضا، قہر و رضا، قبول و ردّ، نزدیکی و دوری، سعادت وشقاوت اور پرہیزگاری کی رات ہے۔ کوئی شخص اس میں نیک بختی حاصل کرتا ہے اور کوئی مردود ہو جاتا ہے، ایک ثواب پاتا ہے اور دوسرا ذلیل ہوتا ہے۔ ایک معزز و مکرم ہوتا ہے اور دوسرا محروم رہتا ہے۔ ایک کو اجر دیا جاتا ہے جب کہ دوسرے کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ کتنے ہی لوگوں کا کفن دھویا جا رہا ہے اور وہ بازاروں میں مشغول ہیں! کتنی قبریں کھودی جا رہی ہیں لیکن قبر میں دفن ہونے والا اپنی بے خبری کے باعث خوشی اور غرور میں ڈوبا ہوا ہے! کتنے ہی چہرے کھلکھلا رہے ہیں حالانکہ وہ ہلاکت کے قریب ہیں! کتنے مکانوں کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے لیکن ان کا مالک موت کے قریب پہنچ چکا ہے کتنے ہی بندے رحمت کے امیدوار ہیں پس انہیں عذاب پہنچتا ہے! کتنے ہی بندے خوشخبری کی اُمید رکھتے ہیں پس وہ خسارہ پاتے ہیں! کتنے ہی بندوں کو جنت کی امید ہوتی ہے پھر ان کو دوزخ میں جانا پڑتا ہے! کتنے ہی بندے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن وہ جدائی کا شکار ہوتے ہیں! کتنے ہی لوگوں کو عطائے خداوندی کی امید ہوتی ہے لیکن وہ مصائب کا منہ دیکھتے ہیں، اور کتنے ہی لوگوں کو بادشاہی کی اُمید ہوتی ہے لیکن وہ ہلاک ہوتے ہیں! (غنیۃ الطالبین)

فقہ حنفی کی معروف کتاب "مراقی الفلاح" میں اس رات کی فضیلتوں کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے:

وندب احیاء لیلۃ النصف من شعبان لانها تكفر ذنوب السنة۔۔۔ وخمس ليا ل لا يرد فيهن الدعاء ليلة الجمعة واول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلتا العيدين

(کتاب الصلاۃ: باب الوتر واحکامہ)

"پندرہ شعبان کی شب کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرنا مستحب ہے اس لیے کہ پورے سال کے گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں اور پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعائیں رد نہیں کی جاتیں، جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات پندرہ شعبان کی شب اور دونوں عید کی راتیں"

اسی طرح "الموسوعۃ الفقہیۃ" میں اس رات کی فضیلت کے بارے میں تحریر ہے:

ذهب جمهور الفقهاء الى ندب احياء ليلة النصف من شعبان لقوله عليه السلام اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول ألا من مستغفر فأغفر له ألا مسترزق فأرزقه ألا مبتلي فاعافيه ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر

(الموسوعۃ الفقہیہ: حرف الھمزۃ: احیاء اللیل، حرف القاف: قیام اللیل)

"جمہور فقہاء کا مسلک ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں عبادات میں منہمک رہ کر بیدار رہنا مستحب ہے اس لیے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب پندرہ شعبان کی شب آئے تو اس رات کو عبادت کرو اور اس دن روزے رکھو اس لیے کہ اس رات سورج غروب ہوتے ہی اللہ آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور صبح صادق تک یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ کیا ہے کوئی مغفرت کا طالب جس کی میں مغفرت کردوں؟ کیا کوئی رزق کا طلب گار ہے جسے میں رزق عنایت کروں؟ کیا کوئی مصائب میں مبتلا ہے جسے میں اس سے نجات دوں؟"

علامہ احمد بن علی ہیتمی شافعی فرماتے ہیں:

أن لهذه الليلة فضلا وانه يقع فيها مغفرة مخصوصة واستجابة مخصوصة ومن ثم قال الشافعي رضي الله عنه إن الدعاء يستجاب فيها

(الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ: کتاب الصوم)

"بیشک اس رات کی فضیلت ہے اور اس میں خصوصی مغفرت اور خصوصی قبولیت ہوتی ہے، اسی لیے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس رات میں دعا قبول ہوتی ہے"۔

فقہ مالکی کے مشہور فقیہ علامہ محمد بن محمد ابن حاج مالکی فرماتے ہیں:

ولاشك انها ليلة مباركة عظيمة القدر عند الله تعالىٰ —— فلها فضل عظيم وخير جسيم وكان السلف رضي الله عنهم يعظمونها ويشمرون لها قبل اتيانها فما تاتيهم الاوهم متأهبون للقائها والقيام بحرمتها

(المدخل: فصل من البدع الحدثۃ فی لیلۃ النصف من شعبان)

"بلاشبہ پندرہ شعبان کی شب پُر برکت ہے اور اللہ کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے اس رات کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں بہت خیر ہے اسلاف رضی اللہ عنہم اس رات کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے مکمل تیار ہو جایا کرتے تھے چناں چہ جب بھی یہ رات آتی یہ حضرات اس کے استقبال اور حرمت و تعظیم کے لیے تیار ہو چکے ہوتے"۔

علامہ تقی الدین ابن تیمیہ حنبلی، علامہ منصور ابن یونس البہوتی حنبلی اور علامہ مصطفی بن سعد رحیبانی حنبلی فرماتے ہیں:

اما ليلة النصف من شعبان ففيها فضل وكان السلف من يصلي فيها

(الفتاوی الکبری لابن تیمیہ: کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ التطوع۔ کشاف القناع عن متن الاقناع: باب صلاۃ التطوع، فضل صلاۃ الضحیٰ۔ مطالب اولی النھی شرح غایۃ المنتھی: تتمۃ فضائل صلاۃ الضحیٰ)

"بہر حال پندرہ شعبان کی شب تو اس میں فضیلت ہے اور اسلاف اس میں نمازوں کا اہتمام کیا کرتے تھے"۔

غیر مقلدین کے ترجمان صاحب تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

انه قد ورد فى فضيلة ليلة النصف من شعبان عدة احاديث يدل على ان لها اصلا

(تحفۃ الاحوذی: کتاب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

"بیشک پندرہ شعبان کی شب کی فضیلت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث مروی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کی اصل ضرور ہے"۔

مذکورہ عبارت تحریر کرنے کے بعد اس کی فضیلت کی چند روایتیں تحریر کرتے ہیں پھر تمام احادیث کی روشنی میں یہ فیصلہ تحریر کرتے ہیں:

فهذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم انه لم يثبت فى فضيلة ليلة النصف من شعبان شئ

(حوالہ سابق)

''یہ تمام احادیث ان لوگوں کے خلاف دلیل ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ پندرہ شعبان کی شب کی فضیلت کے بارے میں حدیث سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے''۔

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ ابوالحسن عبید اللہ بن محمد عبدالسلام مبارکپوری لکھتے ہیں:

ورد في فضيلة ليلة النصف من شعبان أحاديث أخرى، وقد ذكر المصنف بعضها في الفصل الثالث، وسنذكر بقيتها هناك إن شاء الله تعالى. وهي بمجموعها حجة على من زعم أنه لم يثبت في فضيلتها شيء ---- وهذه الأحاديث كلها تدل على عظم خطر ليلة نصف شعبان وجلالته

(مرعاۃ المفاتیح: باب قیام شہر رمضان)

''نصف شعبان کی فضیلت کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جن میں سے بعض کو مصنف (صاحب مشکوٰۃ) نے فصل ثالث میں ذکر کیا ہے، بقیہ روایتوں کو ہم بھی ان شاء اللہ اسی مقام پر ذکر کریں گے، مجموعی طور پر یہ روایتیں ان لوگوں کے خلاف حجت ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے ---- یہ ساری حدیثیں نصف شعبان کی شب کی عظمت اور جلالت پر دلالت کرتی ہیں''۔

ماضی قریب کے مشہور سعودی عالم شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین لکھتے ہیں:

ليلة النصف من شعبان روي في فضلها أحاديث ومن السلف من يخصها بالقيام ومن العلماء من السلف وغيرهم من أنكر فضلها وطعن في الأحاديث الواردة فيها، لكن الذي عليه كثير من أهل العلم أو أكثرهم على تفضيلها

(مجموع فتاویٰ ورسائل ابن عثیمین: ۷/۱۵۶)

''نصف شعبان کی شب کی فضیلت کے سلسلہ میں کئی حدیثیں مروی ہیں اور اسلاف میں سے بہت سے حضرات اس رات میں بطور خاص عبادت کرتے تھے اور اسلاف وغیرہ میں سے بعض علماء اس رات کی فضیلت کے منکر ہیں اور انہوں نے اس کے بارے میں مروی روایات پر نقد کیا ہے لیکن جس بات پر بہت سے بلکہ اکثر اہل علم کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت ہے''۔

ماضی قریب ہی کے بہت بڑے عالم شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

ويندب إحياء ليالي العيدين (الفطر والأضحى)، وليالي العشر الأخير من رمضان لإحياء ليلة القدر، وليالي عشر ذي الحجة، وليلة النصف من شعبان

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/۲۹۹)

''عیدین (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) کی راتوں میں، شب قدر پانے کی خاطر رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں، عشرۂ ذی الحجہ کی راتوں میں اور نصف شعبان کی رات میں جاگنا (جاگ کر عبادت کرنا) مستحب ہے''۔

مفتی جامعہ ازہر مفتی عطیہ صقر شب برأت کی روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بهذه الأحاديث وغيرها يمكن أن يقال: إن لليلة النصف من شعبان فضلا، وليس هناك نص يمنع ذلك

(فتاوی الازہر: ۱۰/۱۳۱)

''ان احادیث وغیرہ کی روشنی میں یہ کہنا ممکن ہے کہ نصف شعبان کی شب کی فضیلت ہے اور اس سلسلہ میں کوئی ایسی نص نہیں ہے جس میں اس کی ممانعت موجود ہو''۔

حرمین اور شب برأت

حرمین میں ماضی سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور آج بھی ہے، ابوعبداللہ محمد ابن اسحاق بن عباس مکی فاکہی (م ۲۷۲ھ) مکہ کے رہنے والے ہیں، اور انہوں نے اپنے زمانے کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وأهل مكة فيما مضى إلى اليوم إذا كان ليلة النصف من شعبان، خرج عامة الرجال والنساء إلى المسجد، فصلوا، وطافوا، وأحيوا ليلتهم حتى الصباح بالقراءة في المسجد الحرام، حتى يختموا القرآن كله

(اخبار مکۃ للفاکہی: ذکر عمل اہل مکۃ لیلۃ النصف من شعبان)

''اہلیان مکہ کا ماضی سے آج تک یہ طریقہ ہے کہ جب نصف شعبان کی شب آتی ہے تو سارے مرد وعورت مسجد حرام میں جمع ہوجاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، طواف کرتے ہیں اور مسجد حرام میں تلاوت کرتے ہوئے صبح تک جاگتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ پورا قرآن پڑھ جاتے ہیں''۔

ان کی یہ شہادت کھلی دلیل ہے کہ ہر دور میں شب برأت میں عبادت کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، اور مذکورہ احادیث اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں شب برأت کی حقیقت بالکل ہی عیاں ہوجاتی ہے کہ اللہ نے اس رات کو اپنے بندوں کے گناہوں کی مغفرت کا ایک بہترین موقع بنایا ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ سے پروانہ مغفرت حاصل کرلیں۔ اس لیے اس رات کی مسلمہ اہمیت کو تسلیم کرکے اسے ایک قیمتی موقع سمجھنا اور اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ کو راضی کرلینا ہی اصل عقلمندی ہے کیونکہ جب مغفرت کے خزانے لٹائے جارہے ہوں اور کوئی ''چوں وچرا'' کی لایعنی بحث میں پڑکر اس قیمتی اور سنہری موقع کو گنوا رہا ہو اور اعلان خداوندی کے باوجود اس کے دل کو اس نعمت کے ملنے کا یقین نہ ہو تو اس سے زیادہ حرماں نصیب اور کون ہوسکتا ہے؟؟ یہ تو اللہ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے ہم عاصیوں اور سراپا تقصیر بندوں کی حالت زار پر رحم کھا کر ہمیں یہ نعمت عظمیٰ دے دی ہے؛ کیونکہ ''رحمت حق بہانہ می جوید، بہانہ می جوید''، لیکن ہم ہیں کہ ہمیں اللہ کی طرف انابت وتوجہ کے بجائے، نعمت خداوندی کی ناشکری اور اس کی توہین ہی بھلی معلوم ہورہی ہے، اسی میں ساری قوتِ فکر کو صرف کرنے میں ہم لگے ہوئے ہیں اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے واضح اعلان کے باوجود ہمیں نعمت خداوندی کا یقین نہیں ہے۔

پندرہویں شعبان کا روزہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب پندرہ شعبان کی شب آئے تو اس رات کو عبادت کرو اور اس دن روزہ رکھو اس لیے کہ اس رات سورج غروب ہوتے ہی اللہ آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور صبح صادق تک یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ کیا ہے کوئی مغفرت کا طالب جس کی میں مغفرت کردوں؟ کیا کوئی رزق کا طلب گار ہے جسے

میں رزق عنایت کروں؟ کیا کوئی مصائب میں مبتلا ہے جسے میں اس سے نجات دوں؟“

(ابن ماجۃ: باب ماجاء فی فضل لیلۃ النصف من شعبان)

اس روایت میں پندرہ شعبان کو روزہ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اس لیے ائمہ وفقہاء نے پندرہ شعبان کے روزہ کو مستحب روزوں میں شمار کیا ہے۔ بعض لوگ اس روزہ سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ روایت نا قابل اعتبار ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ ہیں جن پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے، اس لیے یہ حدیث نا قابل اعتبار ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ محدثین اور اہل فن کے نزدیک کسی راوی پر محض الزام ہونے سے اس کی ساری روایت ”موضوع“ نہیں ہوجاتی، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس مذکورہ روایت کو ضعیف تو کہا ہے لیکن کسی نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے، اگر واقعی یہ روایت بے بنیاد ہوتی تو محدثین اس کو ”موضوع“ شمار کرتے، حتی کہ ابن ماجہ کی موضوع روایات کو جس کتاب میں مستقل جمع کیا گیا ہے اس میں بھی اس روایت کو موضوع روایات کے ساتھ جمع نہیں کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت موضوع نہیں ہے اور جب محدثین کے یہاں یہ روایت موضوع نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے اور یہ کسی صحیح سے متصادم بھی نہیں ہے، نیز اس کا تعلق ”فضیلت عمل“ سے ہے تو اس کو قبول کرتے ہوئے اس روزہ کو مستحب کہنے اور ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی لیے علامہ شمس الدین محمد ابن ابی العباس احمد الرملی نے تو صاف کہا ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے گا۔ (فتاوی الرملی: کتاب الصوم)

اس لیے یہ روزہ مستحب روزوں میں سے ہے، جس کا اہتمام ان شاء اللہ باعث اجر ہوگا۔

کیا یہ روایات ضعیف ہیں

شب برأت کے متعلق اگر بعض روایتیں ضعیف بھی ہیں تو اس سے یہ رات بے فضیلت نہیں ہوتی بلکہ وہ ضعیف روایتیں بھی قابل قبول ہونگی، اس لیے کہ ان کی معنوی طور پر صحیح روایات سے تائید ہوجاتی ہے اور اصول حدیث کا یہ مستقل قاعدہ ہے کہ ضعیف روایت اگر کسی صحیح روایت سے تائید ہوجائے تو وہ ضعیف روایت بھی قابل قبول بن جاتی ہے، چنانچہ اس رات کی فضیلت سے متعلق مسند احمد کی ایک ضعیف روایت پر مسند احمد کے محشی و محقق علامہ شعیب ارناؤوط لکھتے ہیں:

حدیث صحیح بشواهده وهذا اسناد ضعیف لضعف ابن لهیعة

(مسند احمد: حاشیہ روایت: ۶۶۴۲)

”اپنی شواہد کی وجہ سے یہ روایت صحیح ہے اگرچہ ”ابن لہیعہ“ کے ضعیف راوی ہونے کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے“۔

نیز شب برأت سے متعلق ضعیف روایتیں اس لیے بھی قابل قبول ہونگی کہ محدثین کے نزدیک فضائل کے سلسلہ میں ضعیف روایتیں بھی مقبول ہیں جیسا کہ علامہ نووی اس کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

احادیث الفضائل یتسامح فیها ویعمل علی وفق ضعفها

(المجموع شرح المهذب: فرع مسائل تتعلق بالعیدین)

”فضائل کی احادیث میں نرم گوشی اختیار کی جاتی ہے اور اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس پر عمل کیا جاتا ہے“۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال باتفاق العلماء

(المجموع: ۳/ ۱۲۲)

”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا، علماء کا اس پر اتفاق ہے“

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

یعمل بها فی فضائل الاعمال......

یروی ویعمل به فی الترغیب والترهیب

(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ)

”ضعیف روایتوں پر فضائل اعمال کے سلسلہ میں عمل کرلیا جاتا ہے، اور ترغیب وترہیب میں اس کو نقل کیا جاتا ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے“۔

علامہ دقیق العید (م ۷۰۲) لکھتے ہیں:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال

(دلیل الفالحین: ۱/ ۲۳)

”فضائل اعمال کے سلسلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کے جائز ہونے میں تمام علماء کا اتفاق ہے“۔

ظاہر ہے کہ اس رات سے متعلق جو بعض ضعیف روایتیں ہیں فضائل ہی سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے ان کو نا قابل عمل اور نا قابل روایت سمجھنا صحیح نہیں ہے، مزید برآں جبکہ صحیح روایتیں اس کی تائید بھی کرتی ہیں اور اس رات کی فضیلت کو بیان کرتی ہیں، تو شب برأت کے سلسلہ میں بعض ضعیف روایات کی قبولیت اور اس کی فضیلت کے ثبوت میں کسی کلام کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

شبِ برأت کے پانچ خصائص

شبِ برأت کو اللہ تعالی نے درج ذیل پانچ خاص صفات عطا فرمائیں۔ جنہیں کثیر ائمہ نے بیان کیا:

اس شب میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔

عبادت کی فضیلت

اس رات میں عبادت کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس رات میں جو شخص سو رکعات نماز ادا کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی طرف سو (100) فرشتے بھیجتا ہے۔ (جن میں سے) تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ تیس فرشتے اسے آگ کے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں۔ تیس فرشتے آفاتِ دنیاوی سے اس کا دفاع کرتے ہیں اور دس فرشتے اسے شیطانی چالوں سے بچاتے ہیں۔

رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالی اس رات بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت پر رحم فرماتا ہے“۔

گناہوں کی بخشش ومعافی

یہ گناہوں کی بخشش اور معافی کے حصول کی رات ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس رات اللہ تعالی تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادیتا ہے، سوائے جادوٹونہ کرنے والے، بغض وکینہ رکھنے والے، شرابی، والدین کے نافرمان اور بدکاری پر اصرار کرنے والے کے۔

شفاعت کا تحفہ

اس رات اللہ تعالی نے اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل شفاعت عطا فرمائی اور وہ اس طرح کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کی تیرھویں رات اپنی امت کے لیے شفاعت کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیسرا حصہ عطا فرمایا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کی چودھویں

رات یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو تہائی حصہ عطا کیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کی پندرہویں رات سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام شفاعت عطا فرما دی گئی سوائے اس شخص کے جو مالک سے بدک کے ہوئے اونٹ کی طرح (اپنے مالک حقیقی) اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے (یعنی جو مسلسل نافرمانی پر مصر ہو)۔

(زمخشری، الکشاف، 4/272،273)

شبِ برأت میں عبادت کیسے کی جائے؟

اس رات اکیلے عبادت کرنا اور اجتماعی طور پر عبادت کرنا دونوں ہی طریقے ائمہ سے ثابت ہیں۔ اس رات جاگنا، عبادت کرنا چونکہ مستحب عمل ہے، لہٰذا ہماری رائے کے مطابق اسے انسانی طبیعت اور مزاج پر چھوڑنا چاہیے، جس طریقہ میں کسی کی طبیعت اور مزاج کیف وسرور اور روحانی حلاوت محسوس کرے اسے چاہیے کہ وہ وہی طریقہ اختیار کرے کیوں کہ اس رات کا اصل مقصود تزکیہ وتصفیہ قلب ہے۔ سو جسے جس طریقہ میں حلاوت ایمانی نصیب ہوا سے اسی پر عمل کر لینا چاہیے۔ بعض لوگوں کی طبیعت خلوت پسند ہوتی ہے اور انہیں تنہائی میں عبادت اور گریہ زاری کرنے سے حلاوت وسکون اور ذہنی یکسوئی ملتی ہے، سو وہ اس طریقہ کو اختیار کر لیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ اجتماعی طور پر عبادت کرنے میں زیادہ آسانی اور راحت محسوس کرتے ہیں، لہٰذا ان کے لیے اس طریقے پر عمل کرنے میں رخصت ہونی چاہیے کیوں کہ یہ عمل بھی ائمہ سے ثابت ہے بلکہ آج کا دور چونکہ سہل پسندی اور دینی تعلیمات سے بے راہ روی کا دور ہے، اس دور میں وہ لوگ بھی کم ہیں کہ جن کے گھر اور راتیں قیام اللیل کے نور سے جگمگاتی ہیں۔ اور طبیعتوں میں اتنی مستقل مزاجی بھی نہیں رہی کہ لوگ گھروں میں رات بھر جاگ کر چستی ومستعدی سے عبادت واذکار ادا کر سکیں۔ تنہائی میں کچھ دیر عبادت سے ہی سستی اور نیند کے ہتھیار کے ذریعے شیطان لعین ان پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا اگر اجتماعی عبادت سے لوگوں میں دین سے رغبت اور عبادت میں مستعدی پیدا ہوتی ہے تو ان کے لیے اجتماعی طور پر عبادت کرنا مستحسن عمل ہے۔

اجتماعی طور پر عبادت کرنے میں تعلیم وتربیت کا عمل بھی پایا جاتا ہے۔ دینی تعلیمات اور نوافل واذکار کی ادائیگی سے بے بہرہ لوگ بھی آسانی سے اجتماعی عمل میں شریک ہو کر اپنی عبادات کی ادائیگی کر لیتے ہیں اور جو چیزیں معلوم نہیں ہوتیں وہ جان لیتے ہیں۔

اس اَمر کا خیال رہے کہ اجتماعی عبادات کسی عالم باعمل کی زیرِ تربیت ونگرانی ہونی چاہیے، جو لوگوں کی فکری اور روحانی ہر دو حوالوں سے تربیت واصلاح بھی کر سکے۔

(بقیہ درسِ حدیث)

رحمت کا مہینہ ہے

ہمارے کریم آقا ﷺ کو اللہ رب العزت نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اسی لیے اس ماہ مقدس میں دعاؤں کی استجابت بھی ہے اور رحمت خاص کا نزول بھی ہوتا ہے۔ کنز العمال کی ہی روایت ہے:

إن الله تعالى يطلع على عباده في ليلة النصف من شعبان فيغفر للمستغفرين، ويرحم المسترحمين

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نصف شعبان کی رات میں خاص نزول فرماتا ہے اور مغفرت مانگنے والوں کو بخش دیتا ہے، رحمت طلب کرنے والوں کو رحمت عطاء کرتا ہے''۔

ابن ماجہ میں مولا علی پاک علیہ السلام سے حدیث مبارک مروی ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا، حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ

''حضرت مولا علی ابن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب نصف شعبان کی رات آئے تو رات کو قیام کرو اور دن کا روزہ رکھو کہ بے شک اس رات میں اللہ تعالیٰ غروب آفتاب ہی سے آسمان دُنیا پر رحمت کا نزول فرماتا ہے اور آواز دیتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ اُسے بخش دیا جائے، ہے کوئی روزی اور رزق میں کشادگی طلب کرنے والا کہ اُس کے رزق میں برکت عطاء کر دی جائے، ہے کوئی مصیبتوں سے عافیت چاہنے والا کہ اُسے عافیت نصیب کر دی جائے اور اسی طرح سے ندائیں کی جاتی رہتی ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے''۔

رسول اللہ ﷺ وسیلۂ اعظم ہیں

ابن عساکر نے اپنی معجم میں درج ذیل روایت کو بیان کیا ہے:

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رجب شهر الله تعالى وشعبان شهري ورمضان شهر أمتي

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے جبکہ رمضان میری اُمّت کا مہینہ ہے''۔

شعبان ماہِ رجب اور ماہِ رمضان کے درمیان میں آتا ہے۔ درج بالا فرمان مبارک میں رجب کو اللہ ربّ العالمین کا اور رمضان کو اپنی اُمت کا مہینہ قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُمت کا ربّ کائنات سے رشتہ مصطفےٰ کریم ﷺ کے توسل ہی سے قائم ہو سکتا ہے اور مالک صمد نے بھی اپنے احکامات اور رضا کے لیے اپنے پاک محبوب ﷺ ہی کا انتخاب فرمایا ہے۔ شعبان واضح کرتا ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہی وسیلۂ اعظم ہیں اسی لیے شعبان کو اپنا مہینہ قرار دیا۔

امام حسین علیہ السلام کی ولادت کا مہینہ

شعبان کو اپنا مہینہ قرار دینے کی ایک وجہ شاید امام عالی مقام حضرت امام حسین پاک علیہ السلام کی ولادت بھی ہو۔ امام حسین علیہ السلام ہی کی شہادت میں دین کی بقا اور فروغ ہے۔ حضرت امام عالی مقام کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ غریب نواز نے تڑپ اور مچل مچل کر کہا تھا:

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین، دیں پناہ است حسین
سَر داد دست نہ داد دَر دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

دین بھی حسین، دین کی پناہ بھی حسین اور کلمہ کی بنیاد بھی جب حسین ہی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے شہزادے کی ولادت اور قیامت تک قائم رہنے والی اس کی بے مثل شہادت اور قربانی کی نسبت سے شعبان کو اپنا مہینہ قرار دیا ہو۔

حضرت والا وجود سائیں

پیر سید غلام حسین شاہ بادشاہ

کی رحلت پر محبتوں کی برسات

سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی

وہ لوگ جو کاروانِ بشریت کی تعمیری سیرت کے حامل ہوتے ہیں وہی شجرِ انسانی کے حقیقی پھول اور پھل ہوتے ہیں۔

قنبر شریف سے سائیں سید غلام حسین شاہ بادشاہ اُس قدسی قافلے کے ایک فردِ فرید تھے جن کا نام ہزاروں سال تک لوحِ حیات سے محو نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ تاریخ کے غلام نہیں ہوتے بلکہ تاریخ ان کے روز وشب کے مُرور سے بنتی ہے۔ عصرِ حاضر میں روحانی آوازوں کے منشا شناس بہت کم لوگ رہ گئے ہیں۔ سائیں غلام حسین خلفائے راشدین اور پنج تن پاک کی خماسی محبتوں کے امین تھے۔ انہوں نے حق کا پرچم ہمیشہ سربلند رکھا۔ ان کا چمن نئے پودوں کی کاشت میں معروف رہا۔ ان کے تربیتی اشاروں سے محبتوں کے بلاوے تشکیل پاتے رہے۔ وہ آج ہم میں خود نہیں رہے لیکن ان کی سوچ اور فکر کی خوشبو دیر تک دین و دنیا کو حق سے مہکاتی رہے گی۔

قنبر شریف حاضری ہوئی۔ سکھر مجھے آپ کا مہمان بننے کی سعادت ملی۔ حرمین شریف میں ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ ایک مرتبہ ان کی صدارت میں گفتگو کی۔ تین مرتبہ ان کی سندھی زبان میں تقریریں سنیں۔ ہر ملاقات، ہر زیارت، ہر لقا اور ہر گفتگو دلوں کی زمین میں محبتوں کی تخم ریزی کا سبب محسوس کی۔ آپ کی خودی مست زندگی کے کسی گوشہ سے ممکن ہے کسی کو اختلاف ہو لیکن آپ کے روحانی اطوار و شعائر سے کم ہی کسی کو شکوہ ہوگا۔ اقبالؔ اگر زندہ ہوتے تو ان کے جینے کے انداز کو دیکھ کر یقیناً کہتے کہ ”سرزمین سندھ ان کی مسیحانفسی سے خاکِ شفا کی امین بنی“۔ اللہ ان کے درجوں میں اضافہ فرمائے۔ ہزاروں لوگوں کی لاکھوں صبحیں ان کے وجود سے طلوع ہونے والے مہرِ درخشاں سے روشن ہوتی رہیں گی۔ اللہ کی محبت بھی مردم ساز ہوتی ہے۔

نہ تو اندر حرم گنجی، نہ در بت خانہ می آئی
ولیکن سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی

سید ریاض حسین شاہ

حضرت مولانا مفتی محمد اقبال چشتی کا الوداعی خطبہ
نبی کی جان ہے علی ہمارا ایمان ہے علی

در ہر دل ز نور او چراغ است

رجب المرجب کے روحانی، دلآویز اور شگفتہ ماحول میں حضرت العلام مفتی محمد اقبال چشتی علیہ الرحمہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک انگریز مصنف کا مقولہ ہے۔ انسان نظر اور خیال کے درمیان بھٹکتا ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ مفتی صاحب اس کارواں کے رفیقِ سفر تھے جن کا قلب ونظر اور عقیدہ وخیال نوری نہاد واقع ہوا ہے۔

حضرت مفتی محمد اقبال چشتی نے ہمیشہ زندگی کے سمندر میں قلب ونظر کا سفینہ سنبھال کر رکھا۔ آپ عشقِ رسالت کے آسمان پر رہ کر خطابت کرتے اور مہ ونجوم مسخر کرنا ان کی ایک دلبرانہ ادا تھی۔ آپ بوترابی تھے، فاطمیوں سے عشق ان کا مسلک تھا اور سادات کی دہلیز چوم کر سعادت حاصل کرنا ان کی زندگی تھی۔ بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کے بھی وفادار تھے اور ان کے سکھائے ہوئے سبق انہیں پوری طرح یاد تھے لیکن وہ حبِ علی کے عساکر کے ایک سپاہی تھے۔ انہوں نے موت ضرور قبول کی لیکن ''جماعت علی'' کی دہلیز کو چوم کر قبر میں اترے۔ ممکن ہے آج ناصبیت ہنسی ہو کہ ایک کمان اور ٹوٹ گئی ہے لیکن خاندانِ رسالت کی چوکھٹ پر جو رزق کھاتے ہیں وہ کوثر کا حصہ بن جاتے ہیں۔

میں اس وقت پاکستان نہیں مدینۃ النبی ﷺ میں غبارِ شہر کے بوسے لے رہا ہوں۔ دل افسردہ ہے لیکن روح گنبد خضریٰ کا طواف کر رہی ہے اور دھڑکنیں مفتی صاحب کی مغفرت کے لیے دعا کر رہی ہیں۔ یہ میں سچ لکھنے لگا ہوں مفتی صاحب کے سانحۂ رحلت پر کیفیت یہی ہے:

دل کا کنول جو روز وشب
رہتا شگفتہ تھا سواب
اس کا یہ ابتر حال ہے
گویا اک غنچۂ پامال ہے
اک پھول کُملایا ہوا
سوکھا ہوا بکھرا ہوا
اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی مغفرت فرمائے۔
آمین !!!!

سید ریاض حسین شاہ

سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں
تجارت اور اصول تجارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم

پانچویں قسط

شرکت اور مضاربت کے فوائد

1۔ انسانی مصالح کا تحفظ (Protection of Human Benefits) مضاربت انسانی مصالح کے تحفظ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ معاشرے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد یا افراد کے پاس سرمایہ تو ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ذہنی وجسمانی کمزوریوں یا معذوری یا ناتجربہ کاری وغیرہ کی بنا پر خود کاروبار نہیں کر سکتے اس صورت میں شرکت ومضاربت سے ان کو سرمایہ کاری کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں جس سے عامۃ الناس کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(2) ناداروں کی بھلائی (Welfare of the Needy) مضاربت کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس حوالے سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس ذریعہ تجارت سے ناداروں کی بھلائی کے راستے کھلتے ہیں۔ وہ لوگ جو صلاحیت رکھنے کے باوجود محض سرمایہ نہ ہونے کے باعث انتہائی پسماندہ زندگی گزار رہے ہوتے ہیں ان لوگوں کے لئے مضاربت کا نظام امید کی واضح کرن کا کام کرتا ہے کیونکہ اس طرح انہیں دوسروں کے مال سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے جو ان کی ضرورت کے عین مطابق امر واقعہ ہے۔ اس طرح وہ معاشی جدوجہد میں حصہ لے سکتے ہیں۔

(3) بیروزگاری میں کمی (Decrease in Unemployment) بیروزگاری عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب سرمایہ نہ ہو' کاروبار نہیں ہوتے' لوگ بے کار ہو جاتے ہیں لہذا مضاربت کے ذریعے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مصروف کیا جا سکتا ہے۔ روزگار کی فراہمی سے نہ صرف بے روزگاری پر قابو پایا جا سکتا ہے بلکہ اسے پیدا ہونے سے بھی روکا جا سکتا ہے۔

(4) گردش دولت میں اضافہ (Increase in Wealth Circulation) مضاربت کے ذریعے انفرادی اور ملکی دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مختلف انواع کی نئی نئی تجارتی سرگرمیاں روشناس ہوتی ہیں۔ چھوٹی صنعتوں' گھریلو صنعتوں' چھوٹے اور بڑے لیول پر کاروبار کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جس سے ملک میں گردش دولت کا نظام نہ صرف بہتر بلکہ مستعد اور مستحکم بھی ہو جاتا ہے۔

(5) ملکی معیشت کی ترقی (Development of Economy) حکومت بھی اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کر سکتی ہے اس طرح حکومت کی ضروریات بھی پوری ہو سکتی ہیں اور عوام کی آمدنیوں میں اضافہ کا ذریعہ بھی فراہم ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف بے روزگاری کے خاتمہ سے ناداروں کے لئے کام کے مواقع فراہم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ تمام پہلو مجموعی طور پر ملکی معیشت کے استحکام میں بنیادی کردار ادا کر کے اس کے فروغ کی راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔

(6) سودی بینکاری کا متبادل ذریعہ (Alternative to Interst- Based Banking) عصر حاضر میں بینکاری اپنی افادیت کا لوہا منوا چکی ہے لیکن بدقسمتی سے مروجہ نظام بینکاری سود کی اساس قائم ہے۔ مضاربت کو بینکاری کی متبادل اساس کے طور پر اختیار کر کے سود کی لعنت سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔

(7) منفی معاشرتی سرگرمیوں کا انسداد (Curbing AntiSocialActivities) وہ لوگ جن کے پاس اپنی صلاحیتوں کے اظہار اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے سرمایہ نہیں ہوتا وہ اکثر منفی معاشی و معاشرتی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ گداگری' سمگلنگ' جواء' چوری' دھوکہ' فریب' لوٹ مار جیسی برائیاں اکثر محرومیوں کی ہی پیداوار ہوتی ہیں اور اکثر محروم افراد ہی ان کا شکار ہوتے ہیں۔ مضاربت کے ذریعے ان افراد کو خود دار اور باوقار ذرائع سے اپنی ضروریات کی تکمیل کے مواقع فراہم کئے جا سکتے ہیں۔ اس طرح ملک کو سماجی اور معاشی برائیوں کے انسداد میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ (اقتصادیات اسلام صفحہ690-692: پروفیسر طاہر القادری)

تجارت اور تبلیغ دین

اسلام نے تجارت کے جو سنہری اصول دیے ہیں۔ مسلمان تاجروں نے دل وجان سے ان پر عمل کیا۔ تجارت میں اخلاقی اقدار کو بروئے کار لاتے ہوئے ایفائے عہد، سچائی، دیانتداری، خیر خواہی، خرید وفروخت میں آسانی اور نرمی، حلال وحرام کی تمیز اور دھوکہ دہی سے اجتناب ایسے اوصاف تھے، جس کی وجہ سے غیر مسلم تاجران کے گرویدہ ہوگئے۔ اور نتیجۃ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے گویا مسلمان تاجر صرف مال کی تجارت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ دعوت دین کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔

معروف انگریز مصنف تھامس آرنلڈ لکھتا ہے: جس لمحے مسلمانوں سے اسپین چھینا جا رہا تھا، اسی وقت اسلام نے نئی سرزمین کو اپنے زیر نگیں کر لیا تھا۔ سماٹرا اور انڈونیشیا میں اسلام مکمل طور پر پھیل چکا تھا۔ یہاں مسلمان تاجر گئے اور اسلام کے ان گمنام مجاہدوں نے پورے ملک کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ آج یہی انڈونیشیا آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔

ڈاکٹر علی الغنتیت لکھتے ہیں:

براعظم افریقہ میں اسلام پھیلنے کا ذریعہ عرب تاجر تھے۔ وہ اپنا تجارتی سامان لے کر افریقہ جاتے۔ بحیرہ روم کے ساحلوں پر لنگر انداز ہوتے۔ ان تاجروں کی

برکت سے سارے کا سارا ملک اسلام لے آتا۔ دنیا کا کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں نے مغربی افریقہ پر لشکر کشی تھی، مگر آج مغربی افریقہ کے 13 ممالک مسلمان ہیں. مقامی غیر مسلم افراد جب مسلمانوں کا رہن سہن، معاشرت ومعیشت دیکھتے تو اسلام قبول کر لیتے۔ ڈاکٹر حوریہ مجاہد کے بقول: مسلمان تاجروں کے معاملات کی صفائی دیکھ کر اکثر لوگ متاثر ہوتے۔ دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری سے بچنا لوگوں کو بہت پسند آیا۔ مالی میں ایک بار قحط آیا۔ غلہ ختم ہوگیا۔ بادشاہ سے لے کر رعایا تک بھوک پیاس سے تڑپنے لگے۔ ایک مسلمان تاجر بادشاہ کے پاس گیا۔ اسے مشورہ دیا کہ اگر آپ ایک بار "نماز استسقا" پڑھ کر دعا کریں تو اللہ تعالی قحط ختم کردے گا۔ اس نے تاجر کے بتائے طریقے کے مطابق وضو کیا، نماز پڑھی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ ایسی بارش برسی کہ ہرطرف جل تھل ہوگیا۔ لوگ خوش حال اور نہال ہوگئے۔ بادشاہ اگلے ہی دن مسلمان ہوگیا اور ایک تاجر کی برکت سے مالی میں اسلام پھیل گیا۔ (ہفت روزہ شریعہ اینڈ بزنس)

باب سوم

اصول تجارت

حصول علم تجارت

جو کام بھی آپ کرنا چاہتے ہیں اس کے بنیادی علم کے بغیر وہ کام آپ کے لئے سودمند نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح تجارت کا بنیادی علم جانے بغیر آپ اچھے تاجر نہیں بن سکتے۔ بلکہ اہل علم نے لکھا ہے کہ انسان کسب معاش کے لئے جو کوئی پیشہ بھی اختیار کرے اس کا علم حاصل کرنا اس پر فرض ہوجاتا ہے۔ کیمیائے سعادت میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ

”آدمی جو پیشہ بھی اختیار کرتا ہے تو اس پیشہ کا علم بھی اس پر واجب (فرض) ہو جاتا ہے۔ کہ وہ بیع کی جملہ شرائط سے واقف ہو“۔

(کیمیائے سعادت صفحہ 115)

معلم کائنات شاہِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (وعورت) پر فرض ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث ۲۲۴۔ ج ا۔ ص ۱۷)

اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں 2 گروہ ہیں، ہر گروہ نے اسی علم کو فرض کیا جس پر وہ خود کاربند ہے۔ (احیاالعلوم جلد ۱ ص ۱۲۱)

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”بیع اور شراء کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے، جو اس مشغلہ میں لگا ہوا ہو، کیوں کہ طلبِ علم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہو گا، مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل کی حاجت ہو۔ اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لے تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا، لہٰذا ان سے بچے گا، اور ایسے شاذ ونادر مسائل جو باعث اشکال ہوں ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا، کیوں کہ جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر کے اس کو جانوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم حاصل نہیں کرتا، اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے، جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو معلوم کرلوں گا، تو اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا تجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیے۔ جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا لہٰذا علم تجارت سے اوّلاً اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز وناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے، اور کس میں اشکال ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمارے بازار میں وہی شخص خرید وفروخت کیا کرے، جس نے اپنے اس کاروبار سے متعلق علم حاصل کرلیا ہو۔ عقود کسب کا علم بہت زیادہ ہے۔ لیکن کمائی کرنے والا ان چھ عقود سے الگ نہیں ہوسکتا۔ اور وہ یہ ہیں۔ خرید وفروخت، سود، بیع سلم، شرکت، اجارہ، اور قرض دینا۔ (ان کی تشریح میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پورا باب علم کسب کے نام سے تحریر کیا ہے)۔

(احیا العلوم جلد دوم باب علم کسب ص:160)

امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

”لا یبیع فی سوقنا الا من تفقہ فی الدین“

”ہمارے بازار میں خرید وفروخت نہ کرے مگر وہ شخص جس نے دین میں خوب سمجھ بوجھ حاصل کرلی ہو“۔

(سنن ترمذی:487)

یہاں دین کی سمجھ سے ان کی مراد ہے، معاملات اور بیع وشراء (یعنی خرید وفروخت) کے مسائل سے آگاہ ہونا ہے۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے میں صرف ایسے شخص کے لیے تجارت کرنا درست اور جائز ہے، جو معاملات اور بیع وشراء کے مسائل سے پوری طرح واقف ہو، کیونکہ جو شخص ان سے واقف نہیں ہوگا، وہ کاروبار میں بے اصولیاں کرے گا، جو معاشرے میں معاشی بگاڑ کا سبب بنیں گی۔ اس لیے ہر مسلمان تاجر بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ بیع وشراء کے مسائل کو جانے۔ کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ تو خرید وفروخت کرتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات آپ کو ملیں گے کہ حکمرانوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً باقاعدہ کاروباری مراکز کا جائزہ لیا جاتا تھا اور ایسے لوگوں کو باہر کردیا جاتا تھا جو معاملات میں شرعی احکامات سے واقف نہ ہوں یا اپنی معیشت وکاروبار میں جائز و ناجائز، حلال وحرام کا خیال نہ رکھتے ہوں۔

کاروباری دن کا آغاز

اللہ کے بابرکت کلام سے اپنے کاروبار کا آغاز کریں۔ قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت یقیناً باعث برکت ہوگی۔ بازار عمومی طور پر غفلت کی جگہ ہے۔ لہٰذا وہاں ذکر اللہ کی قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی:

لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير

”نہیں کوئی معبود برحق ہے مگر اللہ اکیلا، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے ملک (بادشاہت) ہے اور اسی کے لیے حمد وثناء ہے وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے، وہ زندہ ہے کبھی مرے گا نہیں، اسی کے ہاتھ میں

ساری بھلائیاں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے“

تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرماتا ہے“۔

(جامع ترمذی:3428)

کاروبار کا آغاز دن کے ابتدائی حصہ میں کرنا بہتر ہے، حضور اکرم ﷺ نے دعا بھی فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے اللہ! میری امت کو اس کے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت دے“۔

اس حدیث کے حوالے سے صخر کہتے ہیں کہ آپ جب کسی سریہ یا لشکر کو روانہ کرتے تو اسے دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ کرتے۔ اور صخر ایک تاجر آدمی تھے۔ جب وہ تجارت کا سامان لے کر (اپنے آدمیوں کو) روانہ کرتے تو انہیں دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ کرتے۔ تو وہ مالدار ہو گئے اور ان کی دولت بڑھ گئی۔

(جامع ترمذی:1212)

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (یونس:67)

”وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی۔ کہ تم اس مین سکون پاؤ اور آشکار کر دینے والے دن بنائے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے جو سنتی ہے“۔

وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (بنی اسرائیل:12)

”اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن کر دینے والی بنا دیا تاکہ تم اپنے رب کی طرف سے مہیا فضل تلاش کرو“۔

دن اور رات شریعت میں دو الگ الگ چیزیں ہیں، اور دن دو ہیں: ایک شرعی اور دوسرا عرفی، شرعی دن کا آغاز صبح صادق سے اور عرفی دن کا آغاز طلوع آفتاب سے ہوتا ہے۔ متذکرہ بالا آیات سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ رب کائنات نے رات آرام اور سکون کے لیے بنائی ہے اور دن کاروبار زندگی کے لیے عطا کیا ہے۔ اور کاروبار کا آغاز صبح جلد شروع کرنا باعث برکت ہے۔ حضور اکرم کا فرمان۔

رات کو دیر تک جاگنا صبح کو تاخیر سے اٹھنا بذات خود بہت سی نحوستوں اور بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا میں اکثر بڑے کاروباری لوگوں کا معمول ہے کہ وہ اپنے کام کا آغاز صبح جلد شروع کرتے ہیں مثلاً ٹیکنالوجی کمپنی ایپل کے سی ای او ٹم کُک کہتے ہیں کہ وہ صبح چار بجے اٹھتے ہیں اور کیلیفورنیا میں رہنے کے بعد بھی مشرقی ساحل پر رہنے والے اپنے ساتھی سے پہلے ای میلز دیکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ کیلیفورنیا میں جب صبح کے 3:45 بجتے ہیں تو امریکہ کے مشرقی ساحل پر 6:45 بج رہے ہوتے ہیں۔ (برائن لوفکن۔ بی بی سی کیپیٹل)

کہا جاتا ہے کہ پیداواری دن کے لیے کاروبار دن کے اولیں حصہ میں بہتر ہوتا ہے، ہونا پیداواری دن کا مطلب ہے اصل میں آپ کی اعلیٰ ترجیحی سرگرمیوں پر نتیجہ خیز کام کرنا ہے اس کا مطلب اہداف کو نشانہ بنانا اور نتائج حاصل کرنا ہے جو منصوبوں اور کاموں کو آگے بڑھانے میں مدد کرتا ہے لہٰذا اگر یہ مقصد ہے، تو کوئی بھی چیز جو آپ کو اس راہ سے ہٹاتی ہے خواہ وہ نیند ہی ہو، وہ آپ کے لیے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

کاروباری حضرات دن بھر بھی کوئی ہلکا پھلکا ذکر' تسبیح' درود شریف زبان پر جاری رکھیں۔ نماز کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ اس سے آپ کے کاروبار میں بے حد برکت ہوگی (انشاءاللہ)

تجارت اور خیر خواہی

اللہ کریم کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (النساء:29)

”اے ایمان والو! نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری باہمی رضا مندی سے اور نہ ہلاک کرو اپنے آپ کو بے شک اللہ تمہارے ساتھ مہربانی کرنیوالا ہے۔“

اقتصادی اور معاشی معاملات میں یہ آیت ٹھوس بنیاد فراہم کر رہی ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک امور مالیہ میں اس آیت کی ایک خاص اور منفرد اہمیت ہے۔ ایمان والوں کو مخاطب کر کے کہا یہ جا رہا ہے کہ ایک دوسرے کے اموال کو غلط، ناجائز اور باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ دوسروں کے اموال میں ہر قسم کا تصرف جو عقلی منطق اور شرعی جواز کے بغیر ہو اسے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لہذا باطل عملی زندگی کو حسین بنانے کے لئے ہے اس لئے کہ باطل حق کے مقابلے میں ہے اور ہر وہ چیز جو بری ہو، بے مقصد ہو اور بے بنیاد ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ مومنوں کو سمجھایا جا رہا ہے تم حق کے پرچم بردار ہوتے ہیں اپنی زندگیوں کو باطل سے بچا کر حق ہی کے حسن سے آراستہ کرنا چاہئے۔ معاش میں زیادتیاں، دھوکے، فریب، سودی لین دین اور قمار بازیاں اور بددیانتیاں مومنانہ زندگی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ آیت میں ہی معنی بھی موجود ہے کہ تم اپنے حلال مال حرام کاموں میں خرچ نہ کرو۔ (تفسیر تبصرہ)

کسب حلال پر قرآن پاک نے جتنا زور دیا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ یہاں غور کریں۔ فرمایا ”اپنے مال کو“ یعنی دوسرے مسلمان بھائی کا مال بھی اپنا ہے لہٰذا اسے کسی بھی ناجائز طریقے سے نہ ہتھیایا جائے۔ دھوکہ، فریب' مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کی سادہ لوحی سے مال کو ہڑپ نہ کیا جائے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کو ابو رقیہ سیدنا تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلدِّیْنُ النَّصِیحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ

”دین خیر خواہی کا نام ہے“ ہم (صحابہ) نے کہا (خیر خواہی) کس کے لیے ہو؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے لیے' اس کی کتاب کے لیے' اس کے رسول کے لیے' مسلمانوں کے حکمرانوں اور عوام کے لیے۔“

(صحیح البخاری' کتاب الایمان' صحیح مسلم' کتاب الایمان)

نصح یا نصیحت ایک جامع ترین لفظ ہے جو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ادا ہوا ہے۔ اس کے معنی عام طور سے ہماری اردو زبان میں خیر خواہی کیا جاتا ہے۔ ویسے یہ لفظ ”نصح العسل“ سے ماخوذ ہے۔ شہد کو چھاننا اور اسے خالص بنانا کہ اس میں موم یا کسی دوسری ش ء کی بالکل آمیزش اور ملاوٹ نہ ہو اور نصیحت، نصح سے ہے۔

جس کے معنی خالص، شفاف اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک وصاف چیز کے ہیں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے دل میں ہر اس شخص کے لیے جس کے ہم خیر خواہ ہیں، کسی طرح کی کوئی کھوٹ، کدورت اور

دھوکہ وفریب نہ ہو اور ہم اس کے لیے ہر بھلائی کے خواہاں ہوں اور سب سے بڑھ کر جس طرح ہم خود ہر شر وفساد سے بچنا چاہتے ہیں، اسی طرح اسے بھی ہر فتنہ وشر سے بچانے کے آرزومند ہوں۔ اور ہم ان کیلیے بھی وہ پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں یہی ایک مخلص مومن کی پہچان ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت تھی کہ اصحاب اکبار رضوان اللہ عنہما نے تجارت میں بھی فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پاسداری کی۔

ضرت جریر (بن عبداللہ بجلی) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سننے اور اطاعت کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر بیعت کر رکھی ہے۔

راوی نے کہا:

”چنانچہ وہ (حضرت جریر رضی اللہ عنہ) جب کوئی چیز فروخت کرتے یا خرید کرتے تو کہتے: تحقیق جو چیز ہم نے تم سے لی ہے وہ ہمیں اپنی چیز سے جو ہم نے تمہیں دی ہے، زیادہ پیاری ہے، چنانچہ تمہیں اختیار ہے“۔ (اپنی چیز یا مال واپس لینا چاہو تو لے سکتے ہو)۔ (سنن ابوداود:4945)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے کے لیے بھیجا۔ غلام نے تین سو درہم میں ایک عمدہ گھوڑا خریدا۔ اور گھوڑے کے مالک کو اپنے ساتھ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ تاکہ قیمت ادا کی جائے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے گھوڑا دیکھا۔ اور مالک کو کہا کہ گھوڑے کی قیمت تین سو درہم سے زیادہ ہے کیا تم اس پر راضی ہو کہ یہ گھوڑا میں چار سو درہم میں خریدوں؟ مالک نے کہا۔ یہ آپ کی طرف سے مجھ پر احسان ہوگا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ اسی طرح سو سو درہم بڑھاتے گئے اور مالک حیرانگی کے ساتھ ہاں کہتا گیا۔ حتی کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ گھوڑا آٹھ سو درہم میں خریدا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے تین سو درہم کی بجائے آٹھ سو درہم کیوں ادا کیے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ گھوڑے کی اصل قیمت یہی تھی اور میں نے رحمت دوعالم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج:4،ص500، ط:دارالاشاعت کراچی)

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوحنیفہ امام اعظم کی سیرت سے بھی ملتا ہے جو ریشمی کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ جعفر بن عون بیان کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے ایک ریشمیں کپڑا، آپ سے مانگا آپ نے ایک کپڑا اس کے لیے نکالا تو وہ بولی میں بڑھیا عورت ہوں اور یہ معاملہ امانت کا ہے، مناسب ہے کہ آپ کو جتنے میں پڑا ہے اسی قیمت میں میرے ہاتھ فروخت کر دیجئے

فرمایا: چار درہم دیدے، اُس نے کہا بڑھیا کا مذاق نہ بنائیے اور ٹھیک قیمت بتادیجئے، آپ نے فرمایا میں نے دو کپڑے خریدے تھے اور ایک ہی کپڑے سے چار درہم کم میری پوری قیمت وصول ہوگئی تھی، اب یہ کپڑا مجھے چار درہم میں بچ رہا ہے۔

(خطیب:13/ 361،362/آزاد دائرہ المعارف، ویکیپیڈیا)

اس کے برعکس ہمارے ہاں کوشش یہ ہوتی ہے کہ فروخت کنندہ کی لاعلمی کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے اور خود زیادہ سے زیادہ منافع کمایا جائے۔

حضرت واثلہ بن اثقع رضی اللہ عنہ کھڑے تھے تو ایک شخص نے اپنی اونٹنی تین سو درہم میں بیچ دی حضرت واثلہ ادھر متوجہ نہ تھے اور وہ شخص اونٹنی لے کر چلا گیا چنانچہ آپ اس کے پیچھے دوڑے اور زور زور سے آوازیں دینے لگے کہ اے فلاں شخص! تو نے اسے گوشت کے لیے خریدا ہے یا سواری کے لیے؟ اس نے کہا بلکہ سواری کے لیے خریدا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس کے پاؤں میں ایک سوراخ دیکھا ہے اور وہ مسلسل نہیں چل سکتی چنانچہ وہ واپس لوٹا اور اونٹنی واپس کر دی بیچنے والے نے ایک سو درہم دیے اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے میرا سودا خراب کر دیا۔ انہوں نے فرمایا ہم نے رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر ہر مسلمان کی خیر خواہی کی بیعت کی ہے اور مزید فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

”لا یحل لاحد یبیع بیعا الا ان یتبین آفته والا یحل لمن یعلم ذلک الا تبیینه“

”کسی سودا کرنے والے کے لیے حلال نہیں مگر یہ کہ وہ اپنے سودے کا نقصان بیان کر دے اور جو آدمی اس کا علم رکھتا ہے اس کے لئے بھی اسی کا بیان کرنا ضروری ہے“۔

گویا اسلاف خیر خواہی کا یہی مطلب سمجھے اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند کرے وہی خیر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ وہ لوگ اسے محض فضیلت اور بلند درجات کی بات نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ اسلام کی ان شرائط میں سے ہے جو ان کی بیعت میں داخل ہیں اور یہ بات عام لوگوں کے لیے مشکل ہے اور انسان جب تک دو باتوں کا عقیدہ نہ رکھے یہ کام اس کے لیے آسان نہیں ہوسکتا۔ ایک یہ کہ عیب کو چھپا کر اپنے سامان کو بیچ دینے سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے رزق کم ہوتا ہے اور اس کی برکت چلی جاتی ہے اور دوسرے وہ جو کچھ متفرق دھوکوں سے جمع کرتا ہے وہ ایک دفعہ ہی تباہ ہو جاتا ہے۔ ایک حکایت میں ہے کہ ایک شخص کی گائے تھی اور وہ اس کا دودھ دوھا کرتا تھا پھر وہ اس میں پانی ملا کر بیچتا چنانچہ سیلاب آیا اور اس کی گائے کو بہا کر لے گیا اس کے ایک بیٹے نے کہا کہ یہ وہ پانی ہے جو ہم متفرق طور پر دودھ میں ڈالتے تھے یہ پانی جمع ہوتا رہا اور گائے کو لے گیا۔ اور یہ کیسے نہیں ہوگا۔

(احیاالعلوم (مصباح السالکین) جلد دوم صفحہ (186)

(جاری ہے)

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ کا مسلک تصوف زندگی میں توڑ پھوڑ نہیں تھی وہ ناآگہی کو ظلم تصور کرتے تھے، انہیں ہاہو سے نفرت تھی، وہ محبوب کی گلیوں کا طواف دم کھینچ کر کرنا چاہتے تھے۔ انہیں جب محبوب کا وصل حاصل ہوتا تو آواز پا تو دور کی بات ہے، دل کی دھڑکنوں کی رفتار بھی تھام لیتے تھے۔ ان کی انجمنیں خلوت ہوتیں اور خلوتیں افکار محبوب کے ہجوم میں انجمنیں بن جاتیں، وہ محبوب کے خیالوں میں دھیان ہی کا محشر بپا کئے رکھتے۔

سنابل نور سے ایک اقتباس

منجانب: سید فضل حسین شاہ، راولپنڈی

تاجدار معرفت سخی

حضرت سید عثمان مروندی لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

صاحب زادہ ذیشان کلیم معصومی

سندھ جس کو صوفیائے کرام کی دھرتی کہا جاتا ہے یہ دھرتی میلوں ٹھیلوں کی وجہ سے بھی خاصی اہمیت رکھتی ہے بزرگان دین کے اعراس پر تقاریب یہاں کی ثقافت کا حصہ ہیں جس میں رواداری، تحمل، برداشت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وادی مہران میں یوں تو بہت سار بزرگان دین مدفون ہیں لیکن حضرت سچل سرمست، حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی اور حضرت لعل شہباز قلندر کو خاص اور بلند مقام حاصل ہے وادی مہران کا خطہ جو سہون شریف کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے اس سرزمین میں کامل صوفی حضرت سیدنا عثمان مروندی المعروف سخی لعل شہباز قلندر کا مزار پر انوار ہے سہون صوبہ سندھ کا روحانی مرکز ہے جہاں ہمہ وقت فقیروں عقیدت مندوں زائرین کا جمع غفیر رہتا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر حضرت امام جعفر صادق کی اولاد میں سے ہیں آپ کی ولادت کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف پایا جاتا ہے آپ کی ولادت چھٹی صدی ہجری کے آخر میں تبریز آذربیجان کے ایک قصبہ مروند میں ۵۷۳ھ میں ہوئی اور اکثر کے نزدیک ۵۳۸ھ میں ہوئی جو زیادہ معتبر مانا جاتا ہے۔ مروند کو مہمند بھی کہتے ہیں آپ نسب کے لحاظ سے سید ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ طریقت ہیں آپ نے ابتدائی تعلیم مروند سے حاصل فرمائی اور آپ نے ایک طویل عرصہ شیخ منصور کی صحبت اختیار کی اور حضرت امام موسیٰ کاظم کے خاندان کے ایک کامل بزرگ حضرت بابا ابراہیم قادری کی دست حق پرست پر بیعت کی اور صرف دو واسطوں سے پیران پیر غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے نسبت کا شرف حاصل کیا۔ آپ جہاں طریقت میں قادری ہیں وہاں شریعت میں حنفی مذہب ہیں کیونکہ آپ سیاحت اور عراق و قیام عراق کے دوران سراج الائمہ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کے مزار پر حاضر ہوئے اور چند دن قیام فرمایا اور اس کے بعد اپنے دادا پیر حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کے دربار پر حاضر ہوئے اور تم میرے قلندر ہو کا غیبی خطاب دربار غوثیت سے حاصل کیا اس کے بعد آپ عازم حرمین شریفین ہوئے آپ کے والد کا نام بھی سید ابراہیم کبیر الدین تھا جو کامل بزرگ تھے آپ اپنے مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد مکران اور پھر ملتان شریف پہنچے اور یہاں حضرت مخدوم صدرالدین زکریا ملتانی سے اکتساب فیض حاصل کیا۔

آپ کے والد سید ابراہیم کبیر الدین نے آپ کا نام سید عثمان رکھا۔ مؤرخین کی اس کی توضیع میں لکھتے ہیں کہ آپ کو خلیفہ ثالث داماد رسول حضرت عثمان غنی سے بعض مورخین نے خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بشارت کی رو سے بھی یہ نام تجویز کیا۔ خود حضرت لعل قلندر اس نام سے والہانہ محبت کرنے کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے پیارے نبی کی دو صاحب زادیاں حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں تھیں اس لیے ان کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنا یہ نام اس لیے بہت پسند ہے اور محبوب ہے لال یا لعل لقب کے بارے میں مورخین آپ کی کرامت سے پتھر کا سرخ ہونا جانا لکھتے ہیں جبکہ دیگر اور بھی روایات اس ضمن میں ہیں آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور اور دیگر فقہی مسائل کا بھی علم حاصل کر چکے تھے اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے عربی اور فارسی میں بھی کمال حاصل کر لیا۔ آپ نے مرشد کامل سے خرقہ خلافت کے بعد متعدد اولیائے کرام سے اکتساب فیض لیا جن میں سرفہرست حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت شامل ہیں آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے حضرت بو علی قلندر کی خدمت میں پہنچے انھوں نے کہا کہ ہند میں تین سو قلندر ہیں بہتر یہ ہوگا کہ آپ سندھ میں چلے جائیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر سندھ میں سفیر اسلام کی حیثیت میں داخل ہوئے اور اس جگہ قیام کیا جہاں آپ کا آج روضہ ہے۔ اس علاقے میں اچھائی اور خیر نام کی کوئی چیز نہ تھی، فاحشہ عورتوں اور بدمعاش مردوں نے یہاں کے حکمرانوں کی سرپرستی میں اپنے اڈے کھول رکھے تھے۔ آپ کی پاکیزہ نورانی نظر یہاں آ کر ٹھہری اور اس جگہ کو قدرت نے آپ کے پاکیزہ ورود مسعود کی برکت سے شہرت دوام بخشی آپ کی آمد کسی بادشاہ کی آمد نہ تھی کہ تہلکہ مچ جاتا یہ تو ایک فقیر اور حضور کے غلام کی آمد تھی جن کو اللہ کے محبوب کی غلامی پر بہت ناز ہوتا ہے۔ ان کے لیے زمین کا ایک گوشہ بھی شوکت شاہی اور سکندری سے کم نہیں ہوتا جس کا مشاہدہ آج صدیاں بیت جانے کے بعد بھی ایک عالم کر رہا ہے۔

آپ کے اس مقام پر قیام کی برکت سے یہ بنجر زمین آباد ہوگئی دور دراز سے مسافر بھی آ کر یہاں آباد ہونے لگے۔ حاکم سہون نے آپ کو لعل جواہر اپنے ذمہ دار بھیج کر مرعوب کرنے کی بہت کوشش کی آپ نے اسی وقت خادم کو حکم دیا آگ جلا کر وہ سب ہیرے جواہرات آپ نے اس میں ڈال دے اور چند لمحوں میں راکھ کا ڈھیر بن گئے، جب حاکم سہون کے ذمہ داروں نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ حیران رہ گئے ان کے ہوش اڑ گئے انھوں نے دبے پاؤں جا کر حاکم کو قلندر کی دنیا سے بے نیازی اور بے ثباتی کا ماجرا سنایا اور حاکم کو اس درویش کی اطاعت قبول کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہ ماننے والوں میں سے تھا اور وہ نہ مانا بالاخر ایک روز قلندر کے صبر واستقامت ہمت جرأت اور تحمل کے باعث اس کی خدائی قہر سے پکڑ ہوئی اور بحکم خدا اس کا خاتمہ ہوگیا۔

بقیہ صفحہ نمبر 28 پر

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

آصف بلال آصف

حصہ اول

صبح صادق کے دھندلکے میں۔۔۔روشن اور گرم دوپہر میں۔۔۔سرمئی سرمئی شام میں۔۔۔اور پھر رات کی تاریکی میں روزانہ دنیا کے گوشے گوشے میں ایک آواز بلند ہوتی ہے۔۔۔یہ آواز چودہ صدیوں سے اسی تسلسل کے ساتھ بلند ہو رہی ہے۔۔۔ہر دور میں اس آواز نے یکساں کلمات ادا کیے ہیں۔۔۔ایسے نورانی کلمات جو اپنے اندر روحانی فکر کا ایک بڑا پیغام لیے ہوئے شکستہ دلوں کو جوڑنے اور پژمردہ روحوں کو جھنجھوڑنے کا کام کرتے ہیں۔۔۔ان کلمات کے صوتی اثرات اپنی جگہ دلوں میں نغمگی کا تاثر قائم کرتے ہیں۔۔۔لیکن روحانی اعتبار سے یہ کلمات ایک ایسا پیغام اور بلاوا ہیں جو تخلیق کو تخلیق کار کی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے۔۔۔یہ کلمات دینِ اسلام کو ماننے والوں کا سرمایہ افتخار ہیں۔۔۔جسے لے کر رحمۃ للعالمین نبی ﷺ فاران کی سرزمین پر اترے اور پوری دنیا میں پیغام امن پہنچا دیا۔۔۔ان کلمات میں وہ رعب و جلال ہے جو بڑے بڑے جابروں کے دلوں کو اسیر کر لیتا ہے۔

"اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے"۔

روئے زمین پر سب سے پہلے ان کلمات کو بلند کرنے کی سعادت جس شخص کے حصے میں آئی وہ نہ تو بے حد دولت مند تھے اور نہ ہی بااثر۔۔۔اور نہ ہی ان کے حسن و جمال نے لوگوں کو متاثر کیا تھا۔۔۔بلکہ وہ ایک حبشی النسل غلام تھے۔۔۔جن کی رنگت سیاہ تھی۔۔۔آنکھیں سرخ اور ہونٹ موٹے تھے۔۔۔لیکن ان کا دل نہایت حسین تھا۔۔۔جس میں محبوبِ خدا کیلئے عشق کا ایک ایسا الاؤ جل اٹھا تھا کہ جس نے ان کے اندر اور باہر کے اندھیرے کو جنتی روشنیوں میں نہلا دیا تھا۔۔۔یہ غلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت و شہرت کی بلندیوں پر فائز کیا اور جن کے جسم سے دنیا کی غلامی کا لبادہ اتار کر اپنے محبوب نبی ﷺ کی غلامی اور محبت کا تاج ان کے سر پر رکھ دیا ان کا نام حضرت بلالؓ بن رباح رضی اللہ عنہ ہے۔۔۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہ صرف دنیا کا پہلا مؤذن ہونے کا اعزازِ گراں قدر حاصل ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خادمِ خاص بھی تھے۔۔۔آپ رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"بلال کس قدر اچھا انسان ہے کہ وہ تمام موزنوں کا سردار ہے"۔

بلال رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی آپ حبشی نژاد غلام تھے آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں پیدا ہوئے آپ کی پرورش ایک مشہور قبیلے ''بنو جمع'' میں ہوئی تھی۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ﷺ کے ہمیشہ مؤذن رہے۔شروع میں وہ ایک کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے۔۔۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔۔۔اپنی آزادی پر خود بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف میرے جسم کو آزاد کروایا بلکہ مجھے تعلیم دے کر میری روح کو بھی آزاد کروایا تھا''۔

اسلام لانے کے بعد انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔۔۔امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا آپ کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت گرم جھلسا دینے والی ریت پر لیٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔تاکہ آپ حرکت بھی نہ کر سکیں۔۔۔آپ کی کمر تپتی ہوئی ریت پر جھلس جاتی تھی۔۔۔لیکن آپ رضی اللہ عنہ اس شدت آمیز اور ناقابل برداشت تکلیف کے باوجود ''احد،احد،احد'' کا نغمہ الاپتے رہتے۔۔۔آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ کے شریر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا جو آپ کو گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے۔۔۔لیکن آپ رضی اللہ عنہ اللہ ایک ہے۔۔۔اللہ ایک ہے۔۔۔کا ورد زبان پر چلائے ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرتے گئے۔۔۔اس سخت امتحان کا ایک اجر آپ رضی اللہ عنہ کو یہ ملا کہ آپ رضی اللہ عنہ مؤذن رسول ﷺ ٹھہرے نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں، حضر میں، ہمیشہ اذان کی خدمت آپ ہی کے سپرد رہی۔۔۔یہ آپ کے کامل عشق کا جذبہ تھا جو آپ کو کسی وقت بھی اپنے محبوبِ آقا سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔۔۔آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف بھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور ہمہ تن خدمت بجا لانے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔خواہ نبی کریم ﷺ انہیں اس خدمت کو بجا لانے کا ارشاد فرماتے یا نہ فرماتے۔سفر کے دوران جب دوپہر میں دھوپ شدت اختیار کر لیتی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بغیر کہے رسول مقبول ﷺ پر چادر تان دیتے۔۔۔غزوات کے موقعوں پر وہ میدان جنگ سے کچھ دور ایک سائبان کھڑا کر دیتے جہاں سے رسول ﷺ جنگ کا نظارہ کرتے اور مناسبِ حال ضروری ہدایات دیتے رہتے تھے جب تک جنگ جاری رہتی بلال رضی اللہ عنہ برابر میدانِ جنگ اور خیمہء رسول ﷺ کے درمیان چکر لگاتے رہتے اور حضور ﷺ کے احکام اور ضروری ہدایات فوج تک پہنچاتے رہتے۔فتح مکہ کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیں۔جس وقت بلال رضی اللہ عنہ کی سرمدی آواز مکہ میں گونجی اور ''اَشھدُ اَن لا اِلٰہَ الا اللّٰہ'' کے نورانی الفاظ ان کے منہ سے نکلے تو مشرکین کے دل رنج و الم سے بھیگ گئے۔

خواب جن کے اونچے اور مست ہوتے ہیں
امتحان بھی ان کے زبردست ہوتے ہیں

حبشہ کے سیاہ فام غلام رباح کا سیاہ فام بیٹا بلال۔۔۔غلام ابنِ غلام!

غلامی میں آنکھ کھولی۔۔۔غلامی میں پلا بڑھا۔۔۔غلاموں کی مخصوص سوچ کے ساتھ جوان ہوا۔۔۔غلاموں کی طرح بار بار خریدا اور بیچا گیا۔اور شاید یہی داغ سینے میں لیے کسی کوڑے کی ضرب پر جان دے کر اپنے طوقِ غلامی سمیت کسی گوشہء ارض میں دفن ہو جاتا۔اگر مکے کا تاجر امیہ

انہیں خرید کر ان پر ظلم کے پہاڑ نہ توڑتا۔۔۔

مکے میں کچھ نہیں اُگتا تھا۔۔۔نہ پودے۔۔۔نہ پھول۔۔۔نہ گھاس۔۔۔نہ درخت۔۔۔دن بھر سورج کی تمازت سے اردگرد کی پہاڑیاں تانبے کی طرح تپ اٹھتی تھیں۔۔۔اور رات گئے تک ان کی تپش مکے کی فضا میں آگ برساتی رہتی تھی۔۔۔مکے میں سایہ ایک نعمت سے کم نہیں اور پھر غلاموں کے لیے سائے میں رہنے کا تصور تو بالکل ہی خارج از امکان ہوتا تھا۔۔۔

اس برستی دھوپ، جھلسا دینے والی ہواؤں اور بے دم کر دینے والی حبس کے باوجود جس نے پورے مکے کو اپنے غلاف میں لپیٹا ہوا تھا۔ اس شہر کی فضا میں کون سا ایسا جادو تھا۔۔۔کونسی مقناطیسی کشش تھی۔۔۔کہ یہاں کے رہنے والے جب کہیں باہر جاتے تو ان کا کہیں جی نہ لگتا اور وہ مکے کے لیے اداس ہو جاتے۔۔۔بلال رضی اللہ عنہ بھی مکے کے عادی ہو گئے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ محض ایک غلام تھے اور مکے میں انہوں نے ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ دیکھا بھی کب تھا۔۔۔جو انہیں اپنے ظالم آقا امیہ کے ہاتھوں اٹھانی پڑتی تھی۔

مکہ میں غلاموں کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر تھی۔۔۔لوگوں کے ہاتھوں صعوبتیں اٹھانا ایک عام معمول تھا۔۔۔کوئی ان سے بوجھ اٹھواتا اور کوئی دائروں میں دوڑ لگواتا۔۔۔صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ اس غلام میں کتنا دم ہے۔۔۔اس پر کوڑے مارنا تو ہر آقا اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔۔۔اس سب کے باوجود کیا سحر تھا مکہ کی فضا میں کہ اس کے رہنے والے اس شہر کے اتنے عادی ہو گئے تھے کہ کہیں اور رہ ہی نہ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ سمیت تمام غلاموں کو اس شہر سے پیار تھا۔

سورج کی حدت سے تپتا ہوا یہ شہر۔۔۔نہ کوئی درخت۔۔۔نہ سایہ۔۔۔نہ پرندے۔۔۔نہ تتلیاں۔۔۔فطرت کی چھوٹی سے چھوٹی توجہ سے بھی محروم یہ نگری۔۔۔کیا بات تھی اس میں کہ سب کے دلوں میں گھر کر رکھا تھا۔ ذہنوں پر کچھ اس طرح قبضہ کر رکھا تھا اس شہر نے کہ ہر دل کی دھڑکن بنا ہوا تھا۔۔۔اس کا جواب نہایت واضع اور مختصر ہے۔۔۔

ایک خانہ کعبہ کی سیاہ مکعب نما عمارت جو ایک آسمانی نگینے کی طرح اس ریگ زار کا زیور بنی ہوئی تھی۔۔۔دوسرا فضائے مکہ محبوبِ خدا حضرت محمد ﷺ کی آمد کے روحانی اور نورانی اثرات میں گھری ہوئی تھی۔۔۔

بلال رضی اللہ عنہ سارا دن امیہ کے کام کرتے وہ ظالم آقا آپ سے اتنا کام کرواتا کہ آپ تھکن سے چور ہو جاتے لیکن رات کو سونے کی بجائے امیہ آپ کو آٹا پیسنے پر لگا دیتا اور آپ رات بھر چکی چلاتے رہتے۔۔۔اسی طرح بلال ایک دن چکی پیس رہے تھے۔۔۔چھالوں سے بھرے ہاتھوں سے خون رس رہا تھا۔۔۔تھکاوٹ اور تکلیف سے آپ رو رہے تھے۔۔۔آہستہ آہستہ رونے کی آواز باہر تک جانے لگ گئی تھی۔۔۔بس آپ کی آواز کا یہ درد اور کرب اور حساس دل کی التجا اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ نبی کریم ﷺ نے وہاں سے گزرتے ہوئے اس غلام کی ہچکیاں سن لیں آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اور پوچھا کہ کیوں روتے ہو۔۔۔؟

میرا آقا بہت ظالم ہے سارا دن کام کرواتا ہے اور رات بھر چکی پسواتا ہے۔ بلال نے آنسوؤں سے تر الفاظ بولے۔

آپ ﷺ نے بلال کو کہا کہ تم سو جاؤ میں تمہاری جگہ آٹا پیستا ہوں۔۔۔اور پھر اسی طرح ہر رات نبی کریم ﷺ آتے اور آٹا پیس کر چلے جاتے اور بلال آرام کر لیتا۔۔۔

اللہ اللہ۔۔۔کیا محبت تھی ہمارے آقا دو جہاں کی۔۔۔کہ بلال آرام کرتا اور آپ ﷺ اپنے جنتی ہاتھوں سے چکی پیستے رہتے۔۔۔یہی وہ حسن اخلاق اور حسن کمال تھا کہ مکہ کے اس سیاہ فام غلام کو انسانی غلامی سے نکال کر بندۂ خدا اور بندۂ رسول بنا دیا گیا۔

اور پھر ایک کہر آلود دن بلال کی زندگی میں آیا جب عمار رضی اللہ عنہ کو کوڑے نہ مارنے کی وجہ سے امیہ نے اتنا مارا۔۔۔اتنا مارا۔۔۔کہ آپ ہوش و حواس کی دنیا سے بے خبر ہو گئے اور اس پر یہ کہ زخم زخم، درد میں ڈوبے ہوئے جسم پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا۔۔۔بلال کے وجود میں موجود روح احد، احد، احد کرتی ہوئی آہستہ آہستہ خاموشی کی طرف گامزن ہو رہی تھی۔۔۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی پکار سن لی اور یارِ غار نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ سے ڈھیروں درہم کے بدلے بلال کو خرید کر ہمیشہ کی آزادی سے روشناس کروا دیا۔۔۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوڑے نہ مارنے کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن مکہ کے سارے غلام اور سردار اکٹھے تھے ہر سردار کے ساتھ ایک ایک دو دو غلام بھی تھے بلال رضی اللہ عنہ بھی امیہ کی پشت پر کھڑے تھے۔۔۔کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو وہاں لایا گیا اور لانے والے نے ان کو دھکا دے کر سب سرداروں کے سامنے گرا دیا تھا۔۔۔زمین پر گرتے ہی عمار رضی اللہ عنہ نے سر اُٹھایا اور سب کو دیکھنا شروع کر دیا۔

اب عمار رضی اللہ عنہ کی خیر نہیں بلال سمیت کئی غلاموں نے سوچا تھا کیونکہ غلام کا کیا کام ہے کہ وہ سر اٹھائے اس کی عافیت تو سر جھکائے رکھنے میں ہے۔ لیکن عمار ان سب غلاموں جیسا نہیں تھا۔۔۔اُسے غلام بنایا گیا تھا۔۔۔اس لئے وہ غلامی کی اس رمز سے آشنا ہی نہیں تھا۔۔۔عمار سب کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اپنا حق طلب کر رہا ہو۔

محمد ﷺ تمہیں کیا سکھاتے ہیں۔۔۔؟

ابوسفیان نے پوچھا تھا۔ وہ سکھاتے ہیں کہ

''اللہ کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں بلکہ ایسے جیسے کنگھے کے دندانے''۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ عمار کی یہ بات سن کر سر سے پاؤں تک لرز گئے تھے۔۔۔کیونکہ انہوں نے تو نہ ایسا کبھی دیکھا تھا، نہ سوچا تھا۔۔۔

محمد ﷺ تمہیں کیا سکھاتا رہتا ہے۔۔۔؟

محمد ﷺ ہمیں سکھاتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔۔۔عمار نے کہا۔

ایک اللہ۔۔۔؟۔۔۔ابوسفیان کے لہجے میں غصہ کم اور تجسس زیادہ تھا۔ لیکن ہمارے تو تین سو ساٹھ خدا ہیں جو ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ ہماری مرادیں پوری کرتے ہیں۔۔۔محمد ﷺ کو احساس نہیں ہے کہ ہم مکے میں خداؤں کو گھر مہیا کرتے ہیں۔ یہی ہماری روزی ہے۔ سب قبیلوں کے اپنے اپنے خدا ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں۔۔۔خدا ہمارے معبود ہیں اور ذریعہ معاش بھی۔۔۔

ابوسفیان کہتے کہتے رک گیا۔ بالکل ڈرامائی انداز میں۔۔۔جیسے بڑے بڑے مقرر کوئی بات کہہ کر، تاثر پیدا کرنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ دیتے ہیں۔۔۔اگر ہم تین سو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو ماننے لگ جائیں جو نظر بھی نہیں آتا اور ہر جگہ پایا جاتا ہے۔۔۔اس باغ میں۔۔۔طائف میں۔۔۔مدینے میں۔۔۔یروشلم میں۔۔۔چاند پر۔۔۔تو پھر مکہ کہاں جائے گا۔۔۔جب ہر گھر میں خدا ہوگا تو یہاں کوئی کیا کرنے آئے گا۔۔۔؟

ابوسفیان کے لہجے میں نرمی کی بجائے گرج پیدا ہو چکی تھی۔۔۔اور اس کی اس منطق سے وہاں موجود ہر چہرہ

مطمئن نظر آرہا تھا۔۔۔

بات یہیں ختم ہوجاتی لیکن امیہ نے بھی اس معاملے میں الجھنے کا فیصلہ کرلیا۔امیہ اپنے ریشمی ملبوس کے لہراتے ہوئے گھیر میں عمار کے پاس پہنچا! ''م کہتے ہو کہ ایک غلام کا رتبہ اس کے آقا کے برابر ہے''۔

سیاہ فام بلال جسے میں نے اپنے پیسے سے خریدا ہے۔۔۔کیا میرے برابر ہے؟

وہ یہ کہہ کر رکا اور خود ہی اپنے سوال کی معقولیت کا لطف اُٹھانے لگا۔۔۔امیہ کے الفاظ میں غصہ بھی تھا، طنز بھی۔۔۔اور طاقت کا نشہ بھی۔

اُمیہ کو جواب کا انتظار نہیں تھا۔۔۔اُسے جواب کی ضرورت بھی نہیں تھی۔۔۔وہ تو تکبر کی بھٹی میں جل رہا تھا۔۔۔لیکن عمار کی محبتِ ایمان یہ تھی کہ اس نے اس سوال کا جواب بھی دے دیا۔۔۔

''محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ کسی نسل، کسی رنگ کے ہوں''۔

محفل پر سناٹا چھا گیا تھا۔۔۔شاید کوئی بھی اس جواب کو سننا نہیں چاہتا تھا۔

''بلال''۔۔۔امیہ نے آواز دی تھی۔۔۔

بلال رضی اللہ عنہ کو کیا خبر تھی کہ اس دفعہ ان کا جو نام پکارا گیا ہے۔۔۔اب ان کو ایک زندگی سے دوسری زندگی ملنے والی ہے۔

بلال! اس کو بتاؤ کہ تم میں اور ایک رئیسِ مکہ میں کیا فرق ہے۔۔۔؟ یہ لو کوڑا اور مار مار کر اس کا چہرہ مسخ کر دو۔تاکہ اسے سبق مل جائے۔بلال کوڑا لیے ساکن کھڑا تھا۔۔۔اس کے آقا امیہ کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔۔۔وہاں موجود ہر سردار آنے والے لمحوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے تیار ہو چکا تھا۔۔۔جن میں کوڑے کی ضربوں سے عمار کی چیخیں بلند ہونی تھیں۔

بلال رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔۔۔جس نے اپنا آپ سزا کے لیے پیش کردیا تھا اور اب بلال کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔اس کی نظروں میں پاکیزگی تھی۔۔۔سکون تھا۔۔۔بے خوفی تھی۔۔۔سراپا مجبور مگر پرعزم۔۔۔

بلال رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھوں میں ایک ایسی قوت دیکھی جو انہیں اپنی غلامی کے بندھن سے بھی زیادہ طاقتور محسوس ہوئی۔۔۔ٹھیک اسی لمحے امیہ کا غلام بلال۔۔۔کسی اور کا غلام ہو چکا تھا۔۔۔کوڑا ان کے ہاتھ سے نیچے گر چکا تھا۔

بقیہ ''لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ''

یہ معلوم ہوا تو وہ چھ سال تک حضرت عثمان نے سیوستان اور سندھ کے دیگر علاقوں میں اسلام کا بول بالا کیا بہت سے کافر مشرک نورِ ایمان سے منور ہوئے۔ جس دور میں آپ سندھ تشریف لائے اس دور میں سندھ میں سومرو خاندان کی حکمرانی تھی۔سندھ اس وقت ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔حضرت لعل شہباز قلندر اپنے دور کے صوفی شعراء میں بھی ایک خاص مقام رکھتے تھے اور اپنے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص بھی عثمان ہی رکھتے آپ پر جب عشق الٰہی کا غلبہ چھاتا آپ وجد میں آکر شعر کہتے آپ کے اشعار فارسی زبان کے شہکار ہیں:

عثمان چو شد غلام نبی ﷺ چہار یار
سیدش ازمکار عربی محمد ﷺ است

''اے عثمان جب تو نبی پاک ﷺ اور ان کے چاروں دوستوں کا غلام ہوگیا تو پھر تو محمد عربی کے کرم کی امید پیدا ہوگئی''۔

سندھ اور برصغیر کے مؤرخین نے تو آپ کو باقاعدہ ایک شاعر تسلیم کیا ہے آپ پر آخر عمر میں وجد جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی آپ نہ صرف بلند پایہ درویش تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے عالم باعمل اور صرف نحو اور مروجہ علوم کے ماہر تھے اور ماہر لسانیات ادیب اور شعلہ بیان شاعر تھے آپ کے خلفاء کا ذکر تو نہیں ملتا مگر مؤرخین نے ان صالحین کو خصوصیت سے حضرت کے فیض یافتگان میں لکھا ہے جن میں حضرت سید میر کلاں حضرت بھورا بادل شیر، حضرت سید صلاح الدین ،حضرت علی سرمست، حضرت عبدالوہاب ،حضرت سکندر بودلہ۔حضرت عبداللہ شاہ، حضرت مخدوم بلال و دیگر شامل ہیں آپ کا شمار سندھ کے ان بزرگان دین میں شامل ہے جو اپنی صوفی منش طبیعت قلندرانہ کیفیت کے باعث جلالی مزاج کے حامل ہیں۔آپ کے کشف وکرامات کے بے شمار واقعات ہیں کہتے ہیں کہ آپ کے دم کردہ پانی سے بیمار شفاء پا جاتے تھے آپ کی تبلیغ کا انداز سادہ مگر انداز گفتگو نہایت متاثر کن تھا جس کے سبب آپ کی شہرت دور دراز تک پھیلی اور لوگ اسلام میں داخل ہوئے آپ نے بہت سے سفر کیے اور بے شمار اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دی مشہد میں امام رضا کے روضہ پر مراقبہ میں حج کا حکم ملا تو آپ براستہ عراق حج کی سعادت حاصل کرنے گئے مکہ معظمہ پہنچے تو شعبان یا رمضان کا مہینہ تھا عمرہ ادا کیا اور حج تک عبادت ریاضت میں مصروف رہے ادائیگی حج کے بعد ایک سال تک روضہ رسول ﷺ پر اس کیفیت میں گزارا کہ گھنٹوں تک صلوۃ وسلام پیش کرتے اور تجلیات وبرکات حاصل کرتے رہتے سرکار ﷺ کی طرف سے ہند کا اشارہ ملا تو حج ادا کر کے بغداد میں حضرت غوث اعظم کی دربار سے حاضری دے کر مکران کے راستے سندھ اور پھر راجستان سے اجمیر شریف پہنچے۔سلطان الہند کی بارگاہ میں چالیس دن کی چلہ کشی کے بعد دہلی جانے کا اذن ملا تو قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی خانقاہ عالیہ میں مراقبہ کیا اور کئی دیگر بزرگوں سے اکتساب فیض کیا اور پھر پانی پت پہنچ کر حضرت بوعلی قلندر سے ملے۔پھر اجمیر سے لاہور کے راستے ملتان شریف جو مرکز اولیاء ہے وہاں پہنچے۔لاہور میں حضور داتا گنج بخش سرکار کے مزار پر حاضری کی سعادت حاصل کی یہاں سے فیض لیا اور پھر ملتان کے بزرگوں سے فیض لے کر دوبارہ سہون روانہ ہوگئے۔

آپ درحقیقت معبود حقیقی کے عشق میں گم اور رسول کریم ﷺ کی محبت سے سرشار تھے آپ کا کوئی قدم شریعت سے باہر نہ تھا۔آپ قائم اللیل اور صائم الدھر تھے۔آپ کی ولایت قابل رشک ہے۔آپ صحیح العقیدہ سنی قادری تھے جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں اور آپ کے قلندری طریقہ میں ہمہ وقت مشغول بحق رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔آپ نے ۲۱ شعبان ۷۶۳ھ کو وصال پایا فیروز شاہ تغلق کے دور میں آپکا روضۂ اقدس تعمیر کرایا گیا جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ماہ شعبان کی ۱۵ سے ۲۰ تک سہون شریف میں منایا جاتا ہے۔عرس مبارک میں دنیا بھر سے لاکھوں زائرین شرکت کو اعزاز سمجھتے ہیں۔صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اولیائے کرام صوفیائے کاملین کے مزارات مرکز تجلیات ہیں جہاں لوگ اللہ کا ذکر اور عبادات کر کے روحانی سکون پاتے ہیں قلندر پاک کے حوالے سے ایک بات بتاتا چلوں ان کے مزار پر جو خلاف شرع کام ہوتا ہے ڈھول بجتے ہیں ناچ ہوتا ہے اس کا ان کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی شریعت میں ان کاموں کی اجازت دیتی ہے۔اللہ ہمیں ان اولیائے کرام کی سچی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

23 مارچ کا سفر اور پاکستان

ماسٹر احسان الٰہی قصور

مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند پر ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے مگر ایک لمحہ بھر کے لیے بھی مسلمانوں نے اقلیتوں کے حقوق سلب کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اقلیتوں بشمول ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ کو برابر انتظامی عہدوں پر تعینات کیا۔ انگریز کی آمد اور برصغیر پر قبضہ کے بعد ہندوؤں نے اثر ورسوخ حاصل کر لیا اور انگریزوں کے ساتھ مل کر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بننا شروع کر دیا، تو مسلمانوں نے اپنے لیے الگ خطہ ارضی حاصل کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔ 23۔ مارچ 1940ء وہ عظیم دن ہے جب انگریز کی غلامی سے نجات پانے کے لیے عظیم لیڈر قائد اعظم محمد علی جناح نے خداداد قابلیت، سیاسی فہم وفراست اور عزم وجرأت سے دنیا کے نقشے پر ایک نئی مملکت کا اضافہ کیا جو برصغیر کے مسلمانوں کی ایک اہم اور اشد ضرورت تھی۔ قومی زندگی کے بعض لمحات بڑے فیصلہ کن ہوتے ہیں جو اپنے نتائج واثرات کے اعتبار سے خاصے دوررس اور تاریخ کا دھارا موڑنے کی اہلیت رکھتے ہیں ایسا ہی ایک لمحہ مسلمانان برصغیر کی زندگی میں 23۔ مارچ 1940ء کو آیا جب لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب ایک وسیع و عریض میدان میں جہاں آج مینار پاکستان قائم ہے لاکھوں مسلمان اکٹھے ہوئے اور بنگال کے وزیر اعلیٰ مولوی فضل الحق خیر آبادی نے ایک قرارداد پیش کی جس کی تائید وہاں موجود لاکھوں مسلمانوں نے دل و جان سے کر دی جس سے ان کی قسمت کا پانسہ پلٹ گیا۔

23۔ مارچ 1940ء کو شہر لاہور میں مسلمانان ہند نے اپنی منزل کا اعلان کیا تھا اور دوٹوک الفاظ میں کہا تھا کہ ہم ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے ایک آزاد خطے کی جدوجہد کا واضح اعلان کرتے ہیں اس قرارداد کی رو سے آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس پورے غوروخوض سے اس نتیجے پر پہنچا کہ ہندوستان کے آئینی مستقبل سے متعلق صرف وہی تجویز قابل عمل اور قابل قبول ہوگی جو مندرجہ ذیل اصولوں پر مبنی ہوگی، یعنی موجودہ صوبائی سرحدوں میں ردوبدل کر کے ملکی تقسیم اس طرح کی جائے کہ ان علاقوں میں آزاد ریاستیں قائم ہو سکیں۔

جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے یعنی ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی خطے میں جو علاقے شامل ہوں ان کو مکمل خودمختاری اور اقتدار اعلیٰ حاصل ہوگا۔

23۔ مارچ کو قرارداد کی منظوری کے بعد قیام پاکستان کی جدوجہد فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔ قوم کو ایک واضح نصب العین مل چکا تھا اور خوش قسمتی سے قائد اعظم جیسے مدبر قائد میسر تھے، جن کی سحر انگیز اور ولولہ انگیز قیادت اور صداقت و دیانتداری کی سیاست نے برصغیر پاک و ہند میں ہلچل مچادی۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ تک مسلمانان ہند مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد اور یکجان ہو چکے تھے 1945ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی مقبولیت اور دوسری جماعتوں کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے انتخابات کرائے۔ کانگریس کے ایماء پر بننے والے نام نہاد متحدہ محاذ کی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ کو تاریخی فتح حاصل ہوئی اور مسلم لیگ مسلمانان ہند کی نمائندہ جماعت بن کر ابھری اور اس طرح حصول پاکستان کی منزل قریب سے قریب تر ہوتی گئی۔

اکتوبر 1946ء کو ایک عبوری حکومت قائم کی گئی جس میں مسلم نمائندگان کی خان لیاقت علی خان نے کی۔ ادھر حکومتی ایوانوں میں قائد اعظم مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ اور قیام پاکستان کے لیے سیاسی جنگ لڑ رہے تھے اور دوسری طرف ہندو مسلم فسادات نے پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ان فسادات میں لاکھوں مسلمان بچے بُرے نوجوان اور خواتین شہید ہوئے۔ 3۔ جون کو تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کیا اور اس طرح 14۔ اگست 1947ء کو وہ مملکت دنیا کے نقشہ پر ظہور پذیر ہوئی جو مسلمانوں کے دلوں کی آواز تھی۔

ہندوستان اور دوسرے اسلام دشمن قوتیں قیام پاکستان ہی سے اس کوشش میں مصروف کار ہیں کہ پاکستان کو زیر کر دیا جائے۔ اس کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ تمام کافر قوتیں کسی گدھ کی مانند پاکستان کی گرد منڈلاتی رہتی ہیں اور کوشاں ہیں کسی نہ کسی طرح پاکستان کو معاشی وسماجی اور اخلاقی طور پر مفلوج کر کے مردار بنا دیا جائے اور پھر اس مردار پر جھپٹ کر اس کو کھا لیا جائے۔ قیام پاکستان کے وقت ہی ان گدھ نما طاقتوں کی آوازیں گونج رہی تھیں کہ پاکستان ایک سال سے زیادہ نہیں چل سکے گا اور گھٹنے ٹیک دے گا مگر عظیم اور محسن رہنما محترم قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا: There is no power of earth that can undo pakistan قائد اعظم محمد علی جناح کو یہ اعتماد اور اعتبار کسی دنیاوی طاقت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر تھا۔ پاکستان کا مطلب ہی جنہوں نے لا الہ الا اللہ رکھا ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی دنیاوی طاقت سے ڈر جائے نہ ہی یہ طاقتیں ان پر غلبہ پا سکتی ہیں۔ پاکستان ایک حقیقت ہے اور اسلام اس حقیقت کی بنیاد ہے، گویا اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ دین محمد ﷺ اگر موجودہ حالات میں کہی

آپ ﷺ کا فرمان عالی شان بھی ہے کہ مجھے اس خطے سے ٹھنڈے ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے ہیں

پروان چڑھ رہے ہیں تو وہ ہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان دشمنان پاکستان درحقیقت پاکستان کے نہیں بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ پاکستان کو ختم کر کے حقیقت میں وہ اسلام کو مٹانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ مگر انہیں شاید معلوم نہیں کہ:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

پاکستان عطیہ خداوندی ہے یہ مملکت 27۔ رمضان المبارک شب قدر کی بابرکت اور نور بھری سعادتوں میں معرض وجود میں آئی۔ اس کا خواب ایک عاشق رسول مفکر پاکستان شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے دیکھا تھا اور اس کو عملی شکل دینے والے کا نام قائداعظم محمد علی جناح تھا۔ جس نام کی مناسبت رحمۃ للعالمین آقا ﷺ اور داماد رسول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ ہو جائے اس ہستی اور شخصیت کو کون مات دے سکتا ہے۔ قیام پاکستان میں مشیت ایزدی کا بڑا دخل تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان بھی ہے کہ مجھے اس خطے سے ٹھنڈے ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے ہیں۔

ایک درویش اور صوفی بزرگ حضرت واصف علی واصف فرماتے ہیں پاکستان نور ہے اور نور کو زوال نہیں چاند ستارے کا سبز ہلالی پرچم دیکھ عجیب سا سکون ملتا ہے یہ ہرا رنگ گنبد خضریٰ کا رنگ ہے یہ اللہ کا رنگ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس قوم کو بطور نعمت عطا کیا ہے۔ یہ عطائی رنگ اس قوم کے لیے مقبول کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کے نوجوانوں اسے اپنے سروں کا تاج بناتے ہیں قومی پرچم محض عمارتوں پر لہرانے کے لئے نہیں بلکہ سروں پر اس کا کفن سجایا جاتا ہے اور جاں نثاروں کو اس پرچم کی آغوش میں دفن کیا جاتا ہے۔ سبز ہلالی پرچم اسلام اور پورے پاکستان کی نمائندگی کرتا ہے اور یہ سبز ہلالی پرچم پاک وطن کی آن بان شان اور پہچان ہے اور ہر محب وطن پاکستانی اپنے وطن کی پہچان کو سلوٹ پیش کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اندرونی و بیرونی سازشوں، کرپشن، رشوت، اقرباء پروری، دہشت گردی، خودکش دھماکوں کی چیرہ دستیوں کے باوجود یہ وطن سلامت قائم ودائم اور ترقی کی راہ پر گامزن اور تمام مسلمانان عالم کی واحد ایٹمی طاقت ہے۔ 1965ء کی جنگ ہوں، زلزلے اور سیلاب کی تباہ کاریاں ہوں یا دہشت گردی اور خودکش دھماکوں کی یلغار ہو پاکستانی قوم اور افواج پاکستان اور تمام سیاسی منظر نامہ اپنے اپنے اختلافات بھلا کر ملی یکجہتی اور اپنے وطن کی والہانی محبت کا پیکر کچھ اس طرح سے بن جاتے ہیں:

یہ وطن ہمارا ہے
ہم ہیں پاسباں اس کے

حال ہی میں پچھلے دنوں ہندوستان کی فضائیہ نے رات کی تاریکی میں پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کی تو پاک فوج کی توپوں نے فوراً بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے کر قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا اور 1965ء کی جنگ کی یاد تازہ کر دی۔ پاک فضائیہ جس طرح دن کی روشنی میں صرف چند سیکنڈ میں دشمن کے 2۔ طیارے مار گرائے وہ بہترین مہارت، جانفشانی وشجاعت، قوم کی دعاؤں اور رحمتِ خداوندی کا مظہر ہیں۔ اس پر پوری قوم کی طرف سے اللہ رب العزت کے حضور اظہار تشکر کیا جارہا ہے اور پوری دنیا سے تعریف وتوصیف اور اعلیٰ روایات کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں اور بھارت پوری دنیا میں جگ ہنسائی، تضحیک اور سبکی کا استعارہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس کی منافقت اور بات بات پر جھوٹ کے بول ساری دنیا میں اجاگر ہو چکے ہیں۔ جس سے بھارت کا غرور وتکبر خاک میں مل گیا ہے۔ قوم کا ہر فرد بلا امتیاز اعلیٰ کارکردگی اور دشمن کو دھول چٹانے پر پاک فوج کو سلوٹ پیش کر رہے ہیں۔ 23۔ مارچ 1940ء سے شروع ہونے والے مملکت پاکستان کا یہ سفر انشاء اللہ اسی طرح امن واستحکام اور کامیابی وکامرانیوں کی منازل طے کرتا رہے گا۔

اگر ہم گزشتہ عشروں کا جائزہ لیں تو ہر آنے والا عشرہ پہلے سے زیادہ خوشحالی اور ترقی کا پیغام لے کر آیا۔ آج پاکستان دنیا کی تیزی سے ترقی کرنے والی معیشتوں میں شمار ہوتا ہے۔ صرف موجودہ دور میں شروع ہونے والے منصوبے ہی دیکھ لیے جائیں تو خوشحالی کا نیا باب کھلتا دکھائی دے گا آج پاکستان سی پیک جیسے منصوبے کا اہم ترین حصہ بن چکا ہے سی پیک منصوبہ اپنے تکمیل کے بعد دنیا کا نقشہ ہی بدل دے گا اور اس میں پاکستان کا بہت اہم کردار ہوگا۔ دبئی پورٹ کے بعد گوادر پورٹ دنیا کی دوسری پورٹ بن کر سامنے آئی ہے خطے کے تمام ممالک کو اس کی تکمیل سے فائدہ ہوا ہے ملک میں موٹرویز کا جال بچھا دیا گیا ہے لاہور سے کراچی موٹروے بھی مکمل ہو چکی ہے۔ لوڈ شیڈنگ کے خاتمہ کے لیے تیزی سے کام جاری ہے۔ پاکستان گندم پھل چاول کپڑا دیگر اجناس اور مصنوعات بڑی تعداد میں ایکسپورٹ کر رہے ہیں جس سے خطیر زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔

دور مار کرنے والے مختلف النور میزائلوں کے کامیاب تجربے کیے جا رہے ہیں پاکستانی افواج دنیا کی سب سے بڑی چوک اور تربیت یافتہ افواج میں سرفہرست ہے۔ یہ صرف جنگی ہتھیاروں ہی سے لیس نہیں بلکہ ان کا سب سے بڑا ہتھیار ایمان کی طاقت ہے۔ 57 مسلم ممالک میں پاکستان ہی وہ واحد اور پہلی اسلامی ریاست ہے جو خدا کے فضل وکرم سے ایٹمی طاقت کی حامل ہے۔ بھارت جو خطے کا چوہدری بننا چاہتا تھا خطے میں طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے ایٹم بم انتہائی ناگزیر تھا۔ بھٹو نے اس میں مرکزی کردار ادا کیا اس نے کہا تھا ہم گھاس کھالیں گے لیکن ایٹم بم ضرور بنائیں گے ہماری ایٹمی طاقت دنیا کی سب سے مضبوط اور طاقت ور ترین ہے، آج بھارت پاکستان کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔

23۔ مارچ کا ہر دن اہل پاکستان کو اس جذبے کی یاد دلاتا ہے جو قیام پاکستان کا باعث بنا آئیے! ہم عہد کریں مملکت خداداد اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ ہمارا وطن اور ہماری سرزمین ہمیں جب بھی پکارے گی ہم اس کے لیے اپنا تن من دھن لٹا دیں گے کیونکہ ہم اپنے محسنوں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، قائداعظم محمد علی جناح اور اپنے آباؤ اجداد کی بیشمار اور ان گنت قربانیوں، اسلام اور دین محمدی ﷺ کے پاسبان اور امین ہیں۔

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رگِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے
پاکستان زندہ باد
پاکستان پائندہ باد

توڑ دیتا ہے بتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیمِ عشق

سید ریاض حسین شاہ

اوگی ایک شہر ہے لیکن شہروں کی طرح پیچیدہ نہیں۔یہاں قدرتی حسن ہے لیکن مصنوعی رومان قطعاً نہیں۔گاڑیاں چلتی ہیں لیکن دماغ سوز ٹریفک نہیں۔یہاں تیز روشنیوں کا فقدان ہے،لیکن گہرے اندھیروں کا تسلط نہیں۔یہاں نہ تو گلیاں چہکتی ہیں اور نہ بازار مسکراتے ہیں،پہاڑ ہیں لیکن سرتا قدم سنجیدگی کا نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔یہاں کے رہنے والے میلے کچیلے کپڑے پہنتے ہیں لیکن دکھلاوے کی غلاظت سے پاک ہیں۔بجلی سے لے کر پانی تک اور شفاخانوں سے لے کر فون وفیکس تک اوگی والوں کو ہر طرح کی سہولت میسر ہے،البتہ یہاں کی راہوں اور چوراہوں سے اگر کوئی چیز نہیں گذری تو وہ تاریخ ہے۔شاید اس لیے کہ تاریخ کو چلنے کے لیے کہکشاں کی ضرورت ہوتی ہے،اسے دیکھنے کے لیے شاہزادوں اور امیرزادوں کے محل درکار ہوتے ہیں۔اسے لکھنے کے لیے ٹکراتی تلواریں اور انسانی سروں کی کٹتی ہوئی فصلیں درکار ہوتی ہیں۔اسے غریبوں سے کیا غرض۔فقیروں کے چیتھڑوں سے کیا تعلق۔اس کا سنجیدگی اور متانت سے کیا رابطہ۔وہ اس بستی کو اپنی نوازشوں سے رنگتی ہے جہاں شوخ شوخ شیطان رہتے ہوں ہاں تو اوگی سے کوئی شاعر بھی نہیں گذرا اور نہ ہی کوئی ادیب اس لیے کہ اوگی کی گلیوں میں کوئی لیلیٰ نہیں رہتی،یہاں کوئی سوہنی پیدا نہیں ہوئی اور یہاں کی رہنے والی عورتوں کے بدن میں ہیریں نہیں تھرکتیں۔۔۔۔۔۔نہ یہ آنسوؤں کا شہر ہے۔۔۔۔نہ یہ مسکراہٹوں کا شہر ہے۔۔۔۔۔نہ یہ شیطانوں کا شہر ہے۔۔۔۔۔نہ یہ فرشتوں کی وادی ہے۔۔۔۔۔نہ یہ نغموں کا رومان نگر ہے اور نہ یہ سینماؤں اور تھیٹروں کی ہنگامہ گاہ ہے۔۔۔۔۔یہاں پہاڑ ہیں۔۔۔۔۔یہاں وادیاں ہیں۔۔۔۔۔یہاں پھل اور پھول ہیں۔۔۔یہاں فطری حسن کے سائے میں انسان بستے ہیں۔۔۔یہاں ان چھوٹے اور بڑے انسانوں میں ایک ایسا انسان بھی بستا تھا جس کی بغل میں تاریخ،ماضی،حال، مستقبل اور فلسفہ تعمیر سب کچھ دبایا ہوا تھا۔اسے ایک انسان لکھ کر نجانے نوک قلم سے مسکراہٹیں کیوں بکھر رہی ہیں اور حروف قہقہے کیوں لگا رہے ہیں شاید اس لیے کہ اس زندہ اور عظیم انسان نے اپنے لاہوتی کارناموں کو بھی انسانیت ہی کا نام دینا پسند کیا تھا۔اس نے اپنے لیے ولی، قطب، قلندر، مخدوم، اور خواجہ کچھ بھی کہلوانا پسند نہ کیا۔زندگی کو مٹھی میں دبا کر رکھا۔جب چاہا اس کے جلوے اور کرشمے چشموں کی طرح ابلے اور جب چاہا اسے لے کر سریر آرا ہو گئے۔یہی وجہ ہے کہ جو بہت دور تھے دُور ہونے کی بنا پر سمجھ نہ سکے اور جو قریب تھے وہ قرب کے حجاب کو سرکا نہ سکے۔انہیں چند سینکڑے کہہ لیں یا چند ہزار لوگوں نے دیکھنے کی کوشش کی لیکن لالہ جی علیہ الرحمۃ اوگی کی قبر میں بند رہے۔عاجزی، سادگی، بے نفسی کی مٹی انہوں نے اپنے وجود پر ڈالے رکھی۔کشف عظمت کا سراغ لگانے والی چند آنکھیں جب آئینہ حقیقت لے کر ان کے سامنے آ گئیں تو وہ بہت بڑے دکھائی دیئے۔ولی بھی۔قطب بھی اور زمرہ ابدال میں شامل بھی۔۔۔۔اللہ رے۔بڑے لوگوں کی بھی کیا باتیں بڑے ہو کر بھی بڑے بنتے نہیں۔حضرت لالہ جی ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔محفل میں اس وقت کچھ ننگی بھی کشکول قلب ونظر پھیلائے بیٹھے تھے۔سید ابونعمان کو نجانے کیا ہوا کہ وضع داری کی تمام دیواریں گرادیں اور بے تحاشا تیزی سے اپنے آپ کو اٹھا کر حضرت کے مڑے ہوئے زانوؤں پر ڈال دیا اور منہ آغوش میں گاڑے بے اختیار چیخ کر رونے لگا۔۔۔۔لالہ جی بھی روتے جا رہے تھے۔آپ کے آنسو چشمے کے کنارے بہتے ہوئے رخساروں پر سے گذرتے ہوئے داڑھی مبارک کو تر کر رہے تھے۔آپ کے شفیق ہاتھ اٹھے اور ابونعمان کے سر پر پھیرنے لگ گئے۔حضرت دیر تک خاموش رہے اور سید ابونعمان نے اپنی سسکیوں پر قابو پایا۔بعد ازاں ناشتے کا بندوبست ہوا۔نور خدا کی برسات میں سفرہ فقر پر رزق حلال کی لذت وراحت للہ الحمد حضرت نے ہندکو زبان میں ایک جملہ ادا فرمایا:

''سنگیو روونڑ نال تقدیر نئیں بدل دی وسدا
ایہہ اے کہ ہونڑ اسدی چھٹی ہے بس
ماڑے آسدے دعا ضرور کریو''۔

''دوستو!رونے سے تقدیر نہیں بدلتی دکھائی
یہ دیتا ہے کہ ہمیں اب زیادہ دیر تک دنیا میں
نہیں رہنا پس میرے لیے دعا ضرور کرنا''۔

معاً آپ فرمانے لگے:

مجھے اپنی قبر اور آخرت کا ذرہ بھر فکر نہیں میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ نور محمد نے فرمادیا تھا کہ تمہارا ٹکٹ پاس ہے۔سید ابونعمان نے کہا قبلہ ہمارا کیا بنے گا؟''نفحات الانس''میں حضرت جامی نے ابونصر سراج کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے وفات سے پہلے فرمایا کہ جو میت میرے مزار کے سامنے سے گذاری جائے گی اس کی بخشش ہو جائے گی۔حضرت لالہ جی نے بات کاٹ دی اور فرمایا شاہ صاحب!مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔اپنے مرشد سے ربط مسلسل سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میرے سلسلہ میں نیک بخت ہی داخل ہوگا یہاں دنیا کی کوئی ضمانت نہیں لیکن آخرت کی ضمانت ضرور ہے۔لالہ جی صاحب!اس کا مطلب ہے ہم تسلی رکھیں ابونعمان نے کہا: کیوں نہیں اللہ کے فضل سے ہم سب رحمت کے سائے میں ہوں گے۔لالہ جی نے فرمایا اور پھر بات کاٹ دی اور فرمانے لگے چھوڑو ان باتوں کو آؤ ذکر کرتے ہیں پھر رُک کے اور حسب معمول درود شریف پڑھوایا۔اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے لیا اور ناقہ عشق ومستی پر سوار ہوئے اور وادی حیرت میں گم ہو گئے۔

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

شب معراج

ابو محی الدین

حصہ دوم

حضور ﷺ کی شان کے کیا کہنے کہ آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا گیا اور آپ ﷺ کو خود بلا کر اس کی زیارت کروائی گئی۔

مزید اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے افضل مخلوق اس کے نزدیک حضرت انسان ہی ہے اور وہ غلامیٔ رسول کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لے تو اللہ کا محبوب بھی بن سکتا ہے اور اگر وہ انسانیت سے گر جائے تو حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ فیصلہ ہر انسان کے ہاتھ میں ہے۔

حضور ﷺ کی رضا طلبی ہی مقصد حیات ہے

عشق دم جبرائیل عشق دل مصطفی ﷺ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

جب سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے تو رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا:

"یاجبرائیل ھل لک من حاجۃ"

"اے جبرائیل کوئی حاجت ہو تو میری بارگاہ میں عرض کرو"۔

(مواہب الدنیہ جلد 3 ص 29)

اللہ اکبر! جبرائیل علیہ السلام جو خلق کی حاجت روائی کرتے رہے حضور انور ﷺ ان سے فرماتے ہیں کہ جبرائیل تم دنیا کی حاجتیں روا کر سکتے ہو۔ تمہاری حاجت ہم پوری کریں گے اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ کے وقت کا بدلہ اتار دیا۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے کیا حاجت پیش کی تھی، بارگاہِ نبوی ﷺ سے کیا مانگا ہوگا، سرکار ﷺ کے غلاموں کی آخری خدمت کا اذن، جس کا لطف اہل محبت ہی اٹھا سکتا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ مانگتا ہوں کہ قیامت کے روز پل صراط پر آپ کی امت کے لیے اپنے بازو پھیلا سکوں تا کہ حضور کا ایک ایک غلام آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر سکے۔

پل صراط سے اتار راہ گزر کو خبر کریں
جبرائیل پَر بچھائیں تو پَر کو خبر نہ ہو
پل صراط روح امین کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پَر کریں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے یہ کیوں دعا مانگی کہ پل صراط پر امت محمدی کے لیے پر بچھاؤں۔ اس میں جبرائیل کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس میں راز یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کا مقصد حضور ﷺ کو خوش کرنا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو اپنی امت بہت پیاری ہے اگر اس کو میں ایسے نازک وقت میں اپنے پروں پر پل صراط سے گزاروں گا تو میری اس خدمت پر حضور ﷺ راضی ہوں گے جب حضور ﷺ راضی ہوں گے تو خدا مل جائے گا چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے یہ دعا مانگ کر اس عقیدہ کا اظہار کیا۔

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
مل جائیں گر حضور ﷺ تو سمجھو خدا ملا

جبرائیل کی حاجت منظور

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیدار الٰہی کروانے کے آخر میں خود ارشاد فرمایا:

"این حاجت جبرائیل"

"اے محبوب! جبرائیل نے جو چیز آپ سے طلب کی تھی اس کا کیا ہوا؟"

حضور ﷺ نے عرض کی اے رب! تو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اے محبوب! جبرائیل کی فرمائش کو میں ان لوگوں کے حق میں پورا کرتا ہوں جو تیرے شرف صحبت سے مشرف ہوئے ہوں اور وہ جو اپنے دلوں میں تیری محبت رکھتے ہوں"۔

انسانی زندگی پر مشاہدات کا اثر

مشاہدہ سے کسی چیز کو دیکھنا، نظارہ کرنا، عینی تجربہ، عینی ثبوت اور دلیل بصری مراد ہے جبکہ صوفیاء کے نزدیک انوارِ الٰہی کا نظارہ کرنا مشاہدہ کہلاتا ہے۔

کوئی عام انسان بھی جب کسی جگہ سے ہو کر آئے تو اس جگہ کو وہ بیان کرتا ہے تو سامعین کو بات سمجھانے میں آسانی رہتی ہے۔ بالکل ایسے ہی کوئی مسلمان کعبہ معظّمہ حاضری دے کر آئے تو وہاں کے مقامات اور حالات کو بڑے اعتماد کے ساتھ بیان کرتا ہے اور سننے والے بھی محظوظ ہوتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے تو اس دوران آپ ﷺ کو جنت ودوزخ کی سیر کروائی گئی اور وہاں پر مختلف حالتوں میں موجود انسانوں کا مشاہدہ کروایا گیا تا کہ ان مشاہدات کی روشنی میں آپ ﷺ اپنی امت کی اصلاح فرما سکیں۔ جو آپ کا امتی خوشخبری کے ذریعے اپنے اعمال کو صحیح کر لے اس کو خوشخبری سنائی جائے اور جو ڈر کی وجہ سے اپنے اعمال کو صحیح انجام دے سکے وہ ڈر سن کر اپنے اعمال کا محاسبہ کر سکے۔

یہاں پہلے حضور ﷺ کا شاہد ہونا بیان کیا جائے گا پھر جنت ودوزخ کا تفصیلی مشاہدہ بیان کیا جائے گا اور اس کے بعد وہاں پر پیش آنے والے مشاہدات کا ذکر کر کے ان میں دعوتی پہلو کو اجاگر کیا جائے گا۔

معراج اور حضور ﷺ کا شانِ شہادت

قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کی ایک صفت شاہد ہونا بھی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یا ایھا النبی ان ارسلنک شاھدا و مبشرا ونذیرا

"اے پیارے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے"۔

چونکہ شاہد کے لیے مشاہدہ ضروری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہفت سماوات اور وہاں کے موجودات اور مخلوقات کا مشاہدہ حضور ﷺ کو کروایا، دوزخ وجنت

سب کچھ دکھایا تا کہ دوستوں اور دشمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو سزا و جزا تیار کر رکھی ہے وہ اپنے حبیب ﷺ کو دکھائے۔ جب تمام موجودات کا مشاہدہ کرا دیا پھر اپنی بارگاہ اقدس میں بلا کر اپنا جمال بھی دکھایا حتیٰ کہ زمینوں کا مشاہدہ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی کروا دیا تھا۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا۔

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ لیا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا''۔

بلکہ ساری دنیا کو آپ ﷺ نے دیکھا۔ مواہب لدنیہ میں ایک حدیث یوں تحریر کی گئی ہے:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی۔ ھذا رواۃ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

''یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ساری دنیا کو ظاہر فرما دیا تو میں ساری دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں''۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے شب معراج سب چیزیں دکھا کر اپنی ذات پاک بھی اپنے حبیب ﷺ کو دکھا دی تا کہ ان کا شاہد محقق ہو جائے۔

جنت کا مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے پاس رسول اللہ ﷺ کو بھیجا تا کہ آپ کو جنت میں لے جائیں اور جو کچھ آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی امت کے لیے تیار کر رکھا ہے آپ کو دکھلائیں تا کہ دل خوش ہو۔ جبرائیل علیہ السلام آپ کو جنت کے دروازے پر لے گئے وہ دروازہ سونے کا تھا اس دروازے کا طول و عرض پانچ پانچ سو برس کی راہ تھا اس میں چار سو میخیں جو کہ یاقوت، زمرد اور موتی سے مرصع تھیں اس دروازے پر چالیس ہزار کنگرے تھے ہر کنگرے پر ایک فرشتہ مقرر تھا جس کے دونوں ہاتھوں پر دو طبق تھے ایک میں بہشتی لباس اور دوسرے میں نور بھرا ہوا تھا۔ اس کی ڈیوٹی یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کی امت یہاں سے گزرے تو وہ ان پر نثار کرے۔ آپ ﷺ کے لیے دروازہ کھلوایا گیا۔ آپ ﷺ نے رضوان جنت کو سلام کیا تو اس نے جواب کے بعد فرمایا کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ بہشت کا اکثر حصہ آپ کے اور آپ کی امت کے لیے تیار ہے پھر جنت کے آٹھوں حصوں کو دکھایا گیا اس میں نورانی مکانات و محل، حوریں، نہریں اور باغات و پرندے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ ان سب کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ کا شکر بجا لائے حق تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب! اپنی امت کے ٹھکانے کو دیکھ کر راضی ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تیرا بندہ ہوں ناخوشی کی کیا مجال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میرے عزت و جلال کی قسم یہ سب نعمتیں میں نے تیری امت کے لیے اور تیرے دوستوں کے لیے پیدا کی ہیں اور تیرے دشمنوں پر حرام کی ہیں اب جاؤ اور اپنے دشمنوں کا ٹھکانہ (یعنی دوزخ) دیکھ کر آؤ۔

دوزخ کا مشاہدہ

جب رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دوزخ کے دروازے پر پہنچے تو حبیب پاک ﷺ کی انگلی مبارک سے کھل گیا جس کی وسعت کا اندازہ عرش سے فرش تک پہنچا ہوا ہے۔ پھر ایک ہیبت ناک اور بارعب فرشتہ نظر آیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ خازن نار ہے۔ آپ ﷺ نے سلام پیش کیا اس نے جواب دیا اور تعظیم کے لیے اٹھا اور خوشخبری سنائی کہ جو کوئی آپ کی اتباع کرے گا اس پر دوزخ حرام ہے اور آپ کے نافرمانوں کے لیے یہ دوزخ تیار ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے استدعا کی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی سیر کرائی جائے تب خازن نار نے کہا کہ اپنے قدموں کے نیچے نظر فرمائیں آپ ﷺ نے نظر فرمائی حجابات دور ہو گئے اور سب کچھ مکشوف ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے عذاب کی مختلف اقسام کو دیکھا اور دوزخ کے مختلف طبقات کو ملاحظہ فرمایا۔

شفاعت کی بشارت

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مناجات کی اے میرے خداوند! میری امت کے لوگ ناتواں ہیں ان عذابوں کو برداشت نہ کر سکیں گے، اے خداوند! تم غفور و رحیم ہو اور مجھے ان کا پیشوا بنایا ہے میری عزت کی لاج رکھ تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے میرے حبیب! میرے نزدیک تیری عزت بہت ہے قیامت والے دن تیری شفاعت سے اتنے لوگ بخش دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

مشاہدات معراج اور دعوت کے رنگ

رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات مختلف حالتوں میں موجود افراد کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا مقصود سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ شاہد رسول اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ نیک لوگوں کے لیے اللہ نے کیا جزا رکھی ہے اور بدکردار اور بدعقیدہ لوگوں کا ٹھکانہ کتنا برا ہے اور کن کن سنگین سزاؤں میں مبتلا ہیں۔

اب یہاں ان کیفیات کو بیان کیا جا رہا ہے جو پورے مقالے کا اہم حصہ ہے یعنی ''معراج کے دعوتی پہلو''۔ ان میں جہاں برے کاموں سے بچنے کی تنبیہ ہوگی وہاں اچھے کاموں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا بھی ذکر ہوگا۔

پہلے یہاں دنیا میں برے کام کرنے والے لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

حریص آدمی

آپ ﷺ کا ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا بنا رکھا ہے اور اس کو سر پر اٹھانا چاہتا ہے مگر نہیں اٹھا سکتا تو اس میں مزید لکڑیاں جمع کر لیتا ہے اب بھی جب نہیں اٹھا سکتا تو مزید لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ شخص دنیا میں بہت سے لوگوں کے حقوق کا ذمہ دار تھا جب ان کے ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا تو مزید حقوق اپنے ذمہ لینے کی حرص کرتا تھا۔

دعوتی پہلو:

لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ایک قسم کا وزنی بوجھ ہے جس کو انسان اٹھا نہ سکے تو اس میں مزید زیادتی نہ کرے۔

ریاکار

ایک شخص کو دیکھا جو کنویں میں ڈول لٹکاتا ہے جب باہر نکالتا ہے تو اسے پانی سے خالی پاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ ایسا شخص ہے جو دنیا میں دکھلاوے کے لیے محبت کرتا تھا۔

دعوتی پہلو:

اعمال اخلاص اور نیک نیتی سے ادا کرنے چاہیے۔

چھوٹا منہ بڑی بات ایک چھوٹے پتھر سے گزر ہوا جس میں سے ایک بیل پیدا ہوتا ہے اور وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ وہ شخص ہے جو منہ سے بڑی بات کرے اور شرمندہ ہو مگر اس کے واپس کرنے پر قدرت نہیں۔

دعوتی پہلو:
اپنے قدر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

نماز میں سست

پھر ایسے لوگوں سے گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کچلے جاتے ہیں تو پھر سابقہ حالت میں ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ سلسلہ ذرا بھر بھی بند نہیں ہوتا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ لوگ فرض نمازوں میں سستی کرتے تھے اور اپنے اوقات میں نماز ادا نہیں کرتے تھے اور رکوع وسجود بھی پورا نہ کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:
نمازوں کو اپنے وقت اور پورے ارکان سے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

زکوٰۃ کے تارک

ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور وہ مویشی کی طرح چر رہے ہیں اور زقوم اور پتھر کھا رہے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ لوگ دنیا میں زکوٰۃ ادا نہ کرتے تھے اور مسکینوں اور فقیروں پر رحم نہ کھاتے تھے۔

دعوتی پہلو:
اپنے اموال پر زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کرنی چاہیے۔

زانی مرد وعورت

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے۔ وہ لوگ اس سڑے ہوئے اور کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ لوگ اپنی بیوی کی موجودگی میں دوسری عورتوں کے پاس جایا کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:
اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کی ترغیب ہے۔

یتیم کے حق خور

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے ہیں اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نکل جاتی ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ یتیموں کے حق کھاتے تھے۔

دعوتی پہلو:
یتیموں کے مال کو ناجائز طریقہ سے ہڑپ نہیں کرنا چاہیے۔

راہ کے موذی

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جو شارع عام پر لٹکائے جا رہے ہیں اور سولیاں ایسے کانٹے رکھتی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو نوچ لیتی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو راستہ پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیتے تھے۔

دعوتی پہلو:
راستے کی تکالیف کو دور نہ کر سکو تو کم از کم راہ گزروں کو تکلیف نہ دو۔

خیانتی

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جو بہت سا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں اور بوجھ کی وجہ سے ہلنے کی سکت نہیں لیکن مزید کہہ رہے ہیں کہ اور بوجھ رکھ دو۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ امانت میں خیانت کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:
امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے چاہے وہ حقوق کی ادائیگی میں ہی کیوں نہ ہو۔

خوشامدی

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کے مقراضوں سے کاٹی جا رہی ہیں جب وہ اپنی اصلی حالت میں آ جاتی ہیں تو فرشتے پھر کاٹ دیتے ہیں اور ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں دیتے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہ کے پاس جاتے تو ان کی خوشامد کرتے اور جھوٹی باتوں میں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے۔

دعوتی پہلو:
خوشامد معاشرے کے افراد کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہے۔

غیبت کرنے والے

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جن کو مردار جانور کے گوشت کا ٹکڑا کھلایا جا رہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ لوگ چغلخوری اور غیبت کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:
چغل خوری اور غیبت سے بچنا چاہیے۔

شراب نوش

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جن کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی تھیں، ان کا نچلا ہونٹ پاؤں پہ لٹکا ہوا تھا اور اوپر والا ہونٹ سر کے اوپر جاتا تھا، پیپ اور خون ان کے منہ سے ٹپک رہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ لوگ شراب پیتے تھے۔

دعوتی پہلو:
شراب اپنے پرائے کی تمیز ختم کر دیتی ہے۔

جھوٹے گواہ

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جن کی زبانیں گدی سے نکالی ہوئی تھیں اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سور جیسی بن گئی تھیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ لوگ وہ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔

دعوتی پہلو:
جھوٹی گواہی معاشرے کے ظالم لوگوں کے ہاتھوں کو مضبوط کرتی ہے اور مظلوم افراد خواہ مخواہ پھنس جاتے ہیں۔

سود خور

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جن کے پیٹ سوج کر کوٹھے کی طرح ہو گئے تھے اور ان کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ گردنوں میں طوق اور ہاتھوں میں زنجیریں تھیں جب اٹھنا چاہتے تو وزن کی وجہ سے اٹھ نہ سکتے اور عذاب میں گر جاتے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ لوگ سود خور ہیں۔

دعوتی پہلو:
سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔

ناحق قتل

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے اور ان کے گلے سے خون بہتا تھا وہ پھر زندہ ہو جاتے تھے اور پھر ذبح کیے جاتے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق قتل کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:
قتل کسی بھی نوعیت کا ہو قتل ہی ہوتا ہے اور ناحق قتل کا تو بہت زیادہ گناہ ہے۔

نافرمان بیویاں

عورتوں کے ایسے گروہ سے گزر ہوا جس کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں آگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے ہیں اور وہ گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمان تھیں۔

دعوتی پہلو:
عورت کو اپنے خاوند کا فرمانبردار بن کے رہنا

چاہیے۔

ماں باپ کا نافرمان

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جو آگ کے جنگل میں قید تھے۔ ان کو آگ جلاتی تھی پھر وہ درست ہو جاتے تھے اور یہ سلسلہ جاری تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:

ماں باپ کی باتوں اور احکامات پر عمل کرنا چاہیے۔

دغاباز اور منافق

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جو ہوا میں لٹکے ہوئے تھے اور ان کی آنکھ کان اور ناک سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ ان میں ہر ایک پر دو فرشتے مقرر تھے جن کے ہاتھوں میں گرز تھے۔ وہ اس سے ان کو سزا دیتے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ دغاباز اور منافق لوگ ہیں۔

دعوتی پہلو:

اعتقادی اور عملی ہر دو قسم کی منافقت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

بیہودہ گانے والے

ایسے گروہ پہ گزر ہوا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے ہوئے تھے فرشتے ان کو آتشی گرز مارتے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ لوگ وہ ہیں جو دنیا میں بیہودہ گاتے تھے۔

دعوتی پہلو:

گانے بجانے اور اس ماحول سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

تکبر کرنے والے

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا ان کو فرشتے گرز مارتے تو ان کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جاتے وہ پھر زندہ ہو جاتے اور یہ عمل مسلسل جاری تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو تکبر کرتے تھے۔

دعوتی پہلو:

تکبر صرف باری تعالیٰ کو سزاوار ہے انسان کی مجال ہی کیا ہے۔

شرک کرنے والے

ایسے گروہ پر گزر ہوا جن کے جسم پر آگ کا لباس تھا فرشتے ان کو آتشی گرز مارتے تھے جس کی وجہ سے ان کے گوشت، پوست پر آگ کے شعلے بھڑکتے تھے پھر جل کر نیست و نابود ہو جاتے تھے پھر وہ اصلی حالت پر آ جاتے تھے اور یہ سلسلہ تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ رکتا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ شرک کرنے والے لوگ ہیں جو بتوں سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے۔

دعوتی پہلو:

اللہ شرک کے علاوہ سب کچھ معاف کر سکتا ہے۔

زناکار عورتیں

پھر ایسی عورتیں نظر آئیں جن کی چھاتیوں کو باندھ کر معلق لٹکایا گیا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کر کے حمل رکھواتی تھیں اور پھر اس حمل کو اپنے خاوند سے منسوب کرتی تھیں۔

دعوتی پہلو:

ایسی عورتوں کے لیے تنبیہ ہے۔

بے عمل واعظ

ایسے گروہ پر گزر ہوا جن کی زبانیں اور لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح سالم ہو جاتیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں جو خود کو عمل نہ کرتے تھے لیکن دوسروں کو دعوت دیتے تھے۔

دعوتی پہلو:

خطیب و واعظ کو باتوں کے ساتھ ساتھ عمل کا بھی مظاہرہ کرنا چاہیے۔

اب یہاں سے ان افراد کا ذکر شروع کیا جاتا ہے جنھوں نے دنیا میں نیک اعمال سرانجام دیے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے بعد ایسے لوگوں کو کیسے نوازتا ہے۔

صدقہ دینے والے

ایسے لوگوں پہ گزر ہوا جو کھیتی کا کام کر رہے تھے مگر اس طرح کہ فصل کاشت کی، اسی وقت فصل پک گئی پھر اس کو کاٹ لیا اور فائدہ بھی اتنا کہ ایک دانے کے عوض سات سو گنا اناج حاصل کرتے ہیں اور جب وہ کاٹ لیتے ہیں پھر وہ ایسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے وہ کاٹنے سے پہلے تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ اللہ کے ہاں صدقہ دینے اور جہاد کرنے والوں کے لیے ہے۔

دعوتی پہلو:

اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں لگانا اور جہاد کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

توبہ کرنے والے

ایک نہر سے گزر ہوا جہاں کالے لوگ غسل کر کے باہر نکلتے تو وہ نورانی شکل والے بن جاتے جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ نہر رحمت ہے جن لوگوں نے گناہ کیا پھر تائب ہو گئے گویا وہ اس نہر سے غسل کر کے گناہوں کی سیاہی دھو رہے ہیں۔

دعوتی پہلو:

اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے لوگ بہت پسند ہیں۔

روزے داروں کے برأت نامے

ایک فرشتہ دو صندوق رکھے ہوئے تھا جن پہ 70000 نورانی قفل لگے ہوئے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا آپ ﷺ خود اس فرشتے سے پوچھیں تو اس فرشتے نے بتایا کہ اس صندوق میں آپ کی امت کے روزہ داروں کے برأت نامے لکھے ہوئے ہیں جن کے ثواب کی گواہی میں دیتا ہوں۔

دعوتی پہلو:

روزہ اسلام میں فرض کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی جزا صرف خدا ہی دے گا۔

نماز پر خوش ہونے والا

ایک فرشتے پر گزر ہوا جس کے بازو سات لاکھ تھے جب وہ حرکت دیتا تو اس سے عجیب قسم کے نغمے ظاہر ہوتے۔ ان نغموں کو سن کر حوریں بالا خانوں پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتی تھیں کہ اے حورو! محمد ﷺ کی امت کے لیے نماز کا وقت ہو گیا ہے اور یہ سب لوگ اپنی کاروباری مصروفیات کو ترک کر کے نماز کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان سب کو میں نے اپنی رحمت سے منظور نظر کر لیا ہے۔

دعوتی پہلو:

نماز کو وقت کی پابندی کے ساتھ جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

حضور خدائی صفات کے مظہر اتم بن کر آئے

یہاں پر امام عبد الوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو نقل کیا جا رہا ہے۔ معراج کے اسرار و معارف سے جس طرح امام صاحب نے نقاب اٹھایا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے اور حرفِ آخر ہونے کے علاوہ تمام اربابِ حال کے ارشادات کا خلاصہ بھی ہے امام فرماتے ہیں:

انه اذا مه علی حضرات الاسماء الالهية صار متخلقا بصفاتها فاذا مه علی الرحيم كان رحيما او علی الغفور او علی الكريم وعلی الحليم كان حليما او علی الشكور كان شكورا او علی

الجواد کان جوادا وھکذا فھا یرجع من ذلک المعراج الا وھو فی غایۃ الکمال

''حضور اکرم ﷺ اسمائے الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرے تو جن صفات الٰہیہ کے وہ اسماء ہیں آپ ان تمام صفات سے متصور ہوتے چلے گئے۔ جب اسم الرحیم کی بارگاہ سے گزرے تو رحیم ہو گئے، جب اسم الغفور سے گزرے تو رحیم، جب اسم الکریم سے گزرے تو کریم، جب اسم الحکیم سے گزرے تو حلیم، جب اسم الشکور سے گزرے تو شکور ہو گئے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفات کے مظہر اتم بن گئے اور پھر جب معراج سے آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ ہر کمال کی انتہائی بلندی پر ممکن تھے''۔

(الیواقیت جلد 2 صفحہ 31)

اس مسئلہ کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے یوں باندھا ہے:

وہی ہے اول وہی ہے آخر
وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اس کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے
اس کی طرف جا رہے ہیں

اظہار حق میں جرأت کی دعوت

معراج کی واپسی پر جب یہ واقعہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے بیان فرمایا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اس واقعہ کو بیان نہ کیا جائے کیونکہ وہ ڈرتی تھیں کہ مشرکین اس عجیب وغریب بات کی تکذیب کریں گے، تمسخر اڑائیں گے، شور مچائیں گے مگر آپ ﷺ نے ان باتوں کی پروا نہ کی بلکہ اس کے برعکس آپ نے علی الاعلان اس کا اظہار فرمایا۔

آپ ﷺ کو اپنی پیش کردہ دعوت پر، وحی و رسالت پر اور اس واقعہ معراج کی حقانیت پر پورا بھروسہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس سلسلہ میں کوئی جھجک، رکاوٹ اور کسی قسم کا شک وشبہ لاحق نہ ہوا۔ احباب دعوت کے لیے یہ ایک اسوۂ اور مثال ہے تاکہ وہ دعوت حق کو اعتماد کے ساتھ برملا، بلا تردد تامل اور بلا خوف پیش کریں۔ بات حق ہے تو کسی کی رضا اور ناراضا مندی کیا معنیٰ رکھتی ہے۔

معراج اور قوانین قدرت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر جستجو کا ایک عنصر پیدا کیا ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عنصر کی موجودگی کی وجہ سے خوب سے خوب تر کی تلاش میں مصروف کار رہتا ہے اگر یہ عنصر نہ ہوتا تو انسان اتنی ترقی نہ کرتا، نہ تمہارے گھروں کے نل سے گرم اور ٹھنڈے پانی بہتے اور نہ تم ہوائی جہاز کے سفر سے استفادہ حاصل کرتے۔

اسلام جو ایک آفاقی دین ہے اور جو سیر فی الارض کے علاوہ تحقیق کی دعوت دیتا ہے حتیٰ کہ قرآن مسلمان ہونے والوں کو بھی یہی کہتا ہے کہ ''تم اندھوں کی طرح قرآن پر نہ گرو بلکہ سوچ اور تحقیق کے بعد اس کو تسلیم کرو''۔

اگر معراج کے اس پہلو کو لیا جائے تو معراج مصطفی ﷺ ایک دعوت دیتی ہے کہ اے سائنس کے طالب علم اپنی تحقیق کو جاری وساری رکھو۔ سائنس کا اصول یہ ہوتا ہے کہ پہلے مفروضہ قائم کیا جاتا ہے پھر اس مفروضے پر دلائل اکٹھے کیے جاتے ہیں پھر اس کے بعد عمل کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بعد میں کی جانے والے تحقیق پہلی تحقیق کے بالکل مخالف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موجودہ تحقیق کے مطابق معراج کے دوران تقریباً 175 قوانین توڑے ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معراج اس شعبہ سے متعلقہ سائنس دانوں کو دعوت دیتی ہے کہ تم معراج کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تحقیق کو نیا رنگ دو انشاء اللہ تمہیں راہنمائی حاصل ہوگی۔ ذیل میں ان قوانین میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

1۔ زمین کے پہلے طبق پر ایک Great wall ہے جس کی مسافت 10000 نوری سال ہیں۔
2۔ کشش ثقل کا ختم ہو جانا
3۔ الٹراوائلٹ ریز کا بے اثر ہو جانا
4۔ بغیر کسی ایندھن کے اوپر جانا
5۔ سورج کی تپش کا بے اثر ہونا
6۔ وزن کا ختم ہو جانا
7۔ کثیف سے لطیف کا عمل
8۔ مادے کا توانائی بننا اور دوبارہ توانائی سے مادہ کا بن جانا
9۔ زمان ومکاں کا ختم ہو جانا
10۔ وقت کا رُک جانا
11۔ آفتاب کے دونوں کناروں کی ساخت زمین کے دونوں کناروں کے درمیان کی مسافت سے کچھ اوپر ایک سو ساٹھ گنا زائد ہے۔
12۔ راستے میں کئی جگہوں پر آکسیجن نہیں
13۔ روشنی کی رفتار سے تیز رفتار کا ہونا

مندرجہ بالا اور اس جیسے کئی دہائی پہلو ایسے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے سائنس دانوں کے سامنے دعوت رکھی ہے کہ وہ تحقیق اور جستجو کا عمل جاری رکھیں اور خدا کی اس کائنات پر غور وخوض کی عادت ڈالیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مفروضہ اور دلیل کو چھوڑ کر اس بات کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے کہ جہاں سائنس دانوں کا علم ختم ہوتا ہے وہاں مصطفی کریم ﷺ کا علم شروع ہوتا ہے۔

سبق ملا ہے معراج مصطفی ﷺ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

معراج اور زمان ومکاں

جدید سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ اگر مادہ چیز کی رفتار روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو اس کا مادہ وجود بدل جاتا ہے اور اس قدر لطیف ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کے لیے رکاوٹ نہیں بنتا۔ مثال کے طور پر اگر پنکھے کے بلیڈ کی رفتار روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو ہم اپنا ہاتھ اس میں ڈالیں تو وہ ہاتھ کٹ نہ سکے گا کیونکہ اس کا مادی وجود ختم ہو چکا ہے۔

اسی طرح پرانے سائنس دانوں کی تحقیق یہ تھی کہ کسی چیز کا وقوع بیان کرنے کے لیے تھری ڈائمنشن (Three Dimension) یعنی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کی اصطلاحوں سے کام لیتے تھے لیکن حال میں موجود تھری ڈی منشن یعنی وقت کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جانے لگا ہے یعنی کسی جگہ کا وقت مطلق نہیں بلکہ نسبتی حیثیت رکھتا ہے اس کائنات کے ہر سیارے کا وقت مختلف نوعیت سے تعلق رکھتا ہے آپ جہاں بھی چلے جائیں آپ کے کام کا مدار اس جگہ کے وقت کے معیار کے مطابق ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی معراج کا مسئلہ بھی اس حقیقت سے سمجھا جاسکتا ہے جب آپ ﷺ کو معراج کے لیے بلایا گیا تو ایک تیز رفتار سواری کے ذریعے۔ (جس کی رفتار نور کی رفتار سے مطابقت رکھتی تھی) دنیا کے وقت سے باہر نکال لیا گیا۔ اس حالت میں آپ ﷺ عالم بالا کے اوقات کے مطابق مشغول رہے۔ اس حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت کے مطابق آپ ﷺ کے عالم بالا میں کتنا عرصہ قیام فرمایا۔

شہ لولاک کے قدموں نے چوما اس بلندی کو
نہیں ہے عقل کل کو بھی مجال یرزمی جس کا

معراج کی یقین آفرینی

امام حاکم نیشا پوری نے اپنی کتاب مستدرک شریف میں یہ حدیث سند کے ساتھ نقل کی ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب حضور ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی گئی آپ ﷺ نے صبح صادق ہونے کے بعد لوگوں سے معراج کے واقعات بیان فرمائے تو بعض ایسے مرتد ہو گئے جو آپ ﷺ کے ساتھ ایمان لا چکے تھے اور تصدیق کر چکے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خبر لے کر دوڑتے ہوئے پہنچے اور کہنے لگے کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے دوست نے کیا کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں بیت المقدس تک سیر کرائی گئی اور صبح صادق سے پہلے مکہ میں واپس آ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ ﷺ نے یوں ہی کہا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر آپ ﷺ نے یوں ہی ارشاد فرمایا ہے تو ضرور بضرور تحقیق آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ لوگ کہنے لگے کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک رات میں بیت المقدس میں گئے اور پھر صبح سے پہلے واپس آ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سے زیادہ بعید از عقل بات کو مانتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام صبح و شام آسمان سے خبریں لاتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے اس دن سے ابو بکر صدیق ہو گیا۔

صحابہ کے عقیدے جیسا عقیدہ ہی اپنائیں گے تو پھر تعلق بالرسول مضبوط ہو گا کیونکہ انہوں نے اپنی عقل رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے آگے قربان کر دی تھی۔

خدا کو مانا ہے دیکھ کر تجھ کو کہ اس کی شان جمیل تو ہے
خدا کی ہستی پر میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تو ہے

معراج صداقتِ اسلام کا مظہر

مشرکین مکہ نے واقعہ معراج کو نا قابل یقین قرار دیا گیا اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو نبی مکرم ﷺ نے یہی خبر دی ہوتی کہ ہم نے خواب میں یہ سفر طے کیا ہے تو مشرکین تعجب، انکار اور اس چیز کو نا قابل یقین قرار نہ دیتے کیونکہ خواب میں دیکھی جانے والی اشیاء کی کوئی حد نہیں ہوتی بلکہ ایسا خواب تو اس وقت بھی کسی مسلمان یا کافر کو دکھائی دے سکتا ہے اگر خواب ہی کا معاملہ ہوتا تو مشرکین بیت المقدس کی صفات، دروازوں اور ستونوں کے بارے میں بطور الزام اور چیلنج کا سوال نہ کرتے اور یہ صداقت اسلام کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ہر سوال کا جواب صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک دے دیا اور نہایت خوبی کے ساتھ ان پر حجت قائم کر دی جس کے بعد ان کو انکار کرنے کی جرأت باقی نہ رہی اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کے واقعہ معراج کی صداقت پر ایک عظیم الشان دلیل قائم ہو گئی۔

معراج کے روحانی ثمرات

جب انسان آزمائش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیتا ہے تو وہ بجائے مخلوق کا محکوم ہونے کے مخلوق کا حاکم بن جاتا ہے اور تسخیر کائنات اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں رہتی۔ قوت القلوب میں ابو طالب مکی نے ایک روایت نقل کی ہے ایک بزرگ ایسے تھے جو عراق میں بیٹھے بیٹھے اپنا ایک قدم اٹھاتے اور کوہ قاف پر رکھ دیتے۔ بعض صوفیاء کرام کا قول ہے کہ زمین سے آسمان کا سفر ولی کامل کے لیے صرف دو قدم کی مسافت ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

"مصائب اور حالات مومن پر سوار نہیں ہوتے بلکہ وہ حالات پر سواری کرتا ہے"۔

چنانچہ فرمایا ہے کہ مرد قلندر تمام کائنات کا راکب ہے۔

یہ حقیقت واشگاف ہے کہ چونکہ انسان تمام کائنات کے لیے خدا کا نائب خلیفہ یا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمام کائنات کا نگہبان بھی ہے۔ خلیفہ اللہ ہونے کے ناطے سے اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے انسان کے سینے میں لطائف ستہ کا نظام رائج کیا گیا ہے اور ان لطائف کے باعث تمام روئے زمین اور عالم بالا کا مشاہدہ ہونا بھی ایک قسم کی معراج ہے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں کہ اگر انسان کی ذات (روح) اور جسد (جسم) کے درمیانی حجابات اٹھ جائیں تو ایسے ولی اللہ کے لیے کائناتی حجابات رفع ہو جاتے ہیں اور وہ پورے عالم کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں مسجد کے منبر پر جمعہ کا واعظ فرما رہے تھے تو انہوں نے اسلامی سلطنت کے جرنیل حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے سے ہونے والے کفار کے حملے سے آگاہ کیا۔ آپ کی یہ آواز جرنیل نے سینکڑوں میل پرسنی اور کفار کے اس لشکر کا سد باب کیا۔

انسان کے خلیفہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کا پانی بند ہونے پر ایک رقعہ کے ذریعے دریا کے نام ایک حکم نامہ جاری کیا اور اس رقعے کے پھینکنے سے دریا میں طغیانی آ گئی۔ ایسی بہت سی احادیث ملتی ہیں جن میں اولیاء اللہ کے احکام کی تکمیل میں کسی شے نے روگردانی نہیں کی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی نہیں کرو گے تو دنیا کی کوئی چیز تمہارے حکم سے روگردانی نہیں کرے گی۔

مختصر نیکی پر زیادہ ثواب

کریم نعمت سے تنہا مستفید نہیں ہوتے بلکہ اس میں اوروں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتے ہیں اور ہمارے حضور ﷺ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے اس مشاہدہ معرفت کو اپنے غلاموں پر عام کر دیا، ان کے لیے نماز کا تحفہ لائے جو مومن کے لیے معراج ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے معاملات میں اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازا ہے۔ ایک نیکی پر کئی گنا زیادہ ثواب دینا، لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دینا، شوال کے چھ روزے رکھنے والے کو پورے سال کے روزوں کا ثواب وغیرہ۔

اسی طرح واقعہ معراج میں اللہ کا فرمانا کہ تمہاری امت اگرچہ پڑھے گی 5 نمازیں لیکن ان کا ثواب 50 کا ملے گا۔ وجوہات اس کی یہ ہیں کہ ایک تو یہ محبوب کی امت ہے اور دوسری وجہ (وسط امت) اللہ تعالیٰ نے اس امت کو قرار دیا ہے۔

معراج اور دین یسر

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الدین یسر

"بے شک دین (اسلام) میں آسانی ہے"۔

دین اسلام کو دین یُسر بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ دین فطرت کے قریب تر ہے۔ اس کے احکامات، معاملات کی ادائیگی، حقوق و فرائض کی تقسیم الغرض تمام شعبہ ہائے زندگی میں آسانی کو مدنظر رکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ترتیب دیا ہے۔

ممکن ہے، ممکن نہیں بلکہ یقیناً ہے کہ اس سے پہلے کے ادیان اور اس کے بعد کے ادیان (مذاہب) میں واضح فرق یہ ہے کہ یہ مذاہب انسانی ذہن کے تیار شدہ

ہیں جبکہ دین اسلام اس کائنات کے خالق، مالک اور رازق نے تیار کیا ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ ایجاد کرنے والا اگر کوئی ہدایات دیتا ہے وہ زیادہ قوی اور مضبوط ہوتی ہیں اس کی نسبت جو اس چیز کا ایجاد کرنے والا نہیں ہے۔

واقعہ معراج میں تخفیف صلوٰۃ کے سلسلہ میں محنت شاقہ رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اس میں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا تعلق باللہ سے وابستگی کا سبق ملتا ہے تو دوسری طرف رحمت عالمیاں کو کہاں برداشت تھا کہ ان کی امت کو اتنی تکلیف دی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "لن ترانی" کی تشریح میں علامہ عبد الرحمن صفوری تحریر فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرا دیدار ایک یتیم کا حق ہے اس لیے آپ اس دنیا میں میرے دیدار کا سوال نہ کریں اگر دیدار چاہتے ہیں تو اسے اچھے طریقے سے دیکھو وہ یہ ہے کہ معراج کی رات محمد ﷺ کو دیکھ لینا کیونکہ وہ مجھے دیکھے گا اور تم اس کو دیکھ لینا۔

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں
بے رنگ دسے اک مورت تھیں
بے صورت ظاہر صورت تھیں
وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

غلاموں کی معراج آقا تک رسائی

رسول اللہ ﷺ کی معراج تو یہ تھی کہ حضور باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور بے حجاب اپنے خدا کا جمال دیکھا اور حضور ﷺ کے سوا اس دنیا کی ظاہری حیات میں جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نہیں ہوسکتا ہے اس لیے امت مسلمہ کی معراج حضور ﷺ تک پہنچنا ہے۔

"لن ترانی" کی تشریح میں علامہ عبد الرحمن صفوری تحریر فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرا دیدار ایک یتیم کا حق ہے اس لیے آپ اس دنیا میں میرے دیدار سے مستفید نہیں ہو سکتے ہاں اگر دیدار کرنا چاہتے ہیں تو معراج کی رات محمد ﷺ کو دیکھ لینا کیونکہ وہ مجھے دیکھے گا اور تم اس کو دیکھ لینا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دیدار اب ظاہری حالت میں کیسے ممکن ہے تو اس کا جواب اتنا مشکل نہیں ہے۔ تعلق بالرسول سے یہ مقصد حل ہوسکتا ہے اور ایمان بھی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ ﷺ سے مکمل وابستگی قائم نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین

"اس وقت تک مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک اپنے والدین اور اولاد اور جمیع انسانوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ ہو"۔

طریقہ بہت آسان ہے اپنی ذات کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دو پھر جیسے وہ فرماتے جائیں اس جیسا بنتے جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کی معراج بھی یہی ہے۔

مخلوق اور قرب الٰہی

سورۂ نجم کی آیت نمبر 9 میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

فکان قاب قوسین او ادنیٰ

"یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا"۔

"قاب" کا معنیٰ مقدار اور اندازہ ہے جبکہ "قوسین" کا تثنیہ ہے یعنی کمان۔ نہایت قرب کے لیے عرب لوگ یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ جب دو سردار آپس میں معاہدہ کریں تو دونوں اپنی کمانوں کی زہ بدل کر ایک تیر پھینکتے تو اس بات کی دلیل ہوتا تھا کہ دونوں کا آپس میں اس حد تک اتفاق ہے کہ جو تیر ایک کمان سے نکلا ہے وہی دوسرے کی کمان سے قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے حبیب! تیری کمان شفاعت کی ہو اور میری کمان شفاعت کی ہو تو رحمت کی زہ شفاعت کی کمان باندھو میں شفاعت کی زہ رحمت کی کمان سے باندھ لوں تا کہ تیری اور میری محبت اس درجے کی ظاہر ہو، ارشاد رب العزت ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

"جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد حدیث قدسی کا درجہ رکھتا ہے":

من تقرب الی شبر اتقریب منه زراعا ومن اتانی یمشی اتیته هرولة

"جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوگا میں اس سے ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں"۔

معراج کا دعوتی اثر

جب حضور ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے اسی دن آپ گھر سے باہر نکلے تو ایک کنیز کو دیکھا جو آٹے کا مشکیزہ کندھوں پر اٹھائے ہوئے روتی چلی جارہی تھی۔ آپ ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے عرض کی کہ میں ایک یہودی کی کنیز ہوں مجھے اس نے چکی پر بھیجا تھا کہ دانے پیسا لاؤں، میں بیمار ہوں، مجھے دیر ہوگئی اب ڈر لگتا ہے کہ مالک مجھ پر ناراض ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے آٹے کا مشکیزہ اپنے دوش مبارک پر اٹھایا اور کنیز کے ہمراہ یہودی کے دروازے پر پہنچے، وہاں دروازہ کھٹکھٹایا، یہودی نکلا اور عرض کی آپ آج کس طرح تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے کنیز کی تکلیف کا قصہ سنایا اور معاف کرنے کی سفارش کی۔ وہ یہودی کہنے لگا کہ آج رات آپ کو معراج ہوئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تجھے کس طرح پتہ چلا ہے چنانچہ وہ یہودی اندر چلا گیا اور تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے حاضر ہوا اور تورات میں سب کو پڑھ کر سنایا کہ رسول اللہ ﷺ کی معراج کی نشانی یہ ہوگی کہ صبح کو وہ ایک کنیز کا مشکیزہ اٹھائے یہودی کے ہاں سفارش کریں گے۔ جب یہودیوں کو یقین ہوگیا تو سب مسلمان ہوگئے اور کلمہ پڑھا:

اشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان محمد عبده ورسوله

(معارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۲۱۲)

تسخیر کائنات کی دعوت

جہاں معراج آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے وہاں انسانیت کی ارتقاء کو بھی واضح کرتا ہے۔ جس طرح ذات اقدس تعمیر کائنات کے لیے پیمانہ ہے اسی طرح معراج رسول اللہ ﷺ ترقی کی آخری حدود کی طرف اشارہ ہے۔

اس واقعہ سے باری تعالیٰ نے ایک مثال قائم کی ہے کہ ایک جسد خاکی تمام مادی تقاضوں کے باوجود کس وسعت کا مالک ہے اور کائنات میں اس کی حدود کیا ہیں اور ان حدود کی انتہا وہ قرار دی جس کے پار فرشتے بھی نہیں جاسکتے ہیں۔

آج اگر انسان تسخیر کائنات کی جانب قدم اٹھاتا ہے تو محمد ﷺ اس کام کی ابتدا بھی تھے اور انتہا بھی۔ اسی طرح معراج بنی نوع انسان کے لیے تسخیر کائنات کا دعوتی پیغام بھی ہے اور تکمیل انسانیت کی علامت بھی۔

فضیلت انسانیت

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

لنریہ من ایاتنا

"تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو قدرت کی نشانیاں"۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ اسراء ایک ایسی آیت (نشانی) تھی جس میں اور کئی آیات قدرت الٰہیہ شامل تھیں۔ خود مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اتنی سرعت کے ساتھ لے جایا جانا کہ حسب روایات واپسی تک بستر ابھی تک ٹھنڈا نہ ہوا تھا، یہ ایک خود بڑی آیت ہے۔ اس پر ذرا غور کریں تو اس کائناتی وجود کے کئی افق دل کے سامنے واہوتے ہیں۔ انسانی وجود کے اندر بہت سے پوشیدہ طاقتور گوشے کھل جاتے ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ جنس بشری کے برگذیدہ افراد میں فیض قدرت خداوندی کا استقبال کرنے کی کیسی کیسی طاقتیں پوشیدہ ہیں اور کیسی کیسی لدنی استعدادوں سے نوازا گیا ہے۔ انسان کتنا محترم ومکرم ہے اور دیگر بے شمار مخلوقات پر اس کی تفضیل وتکریم کا کیا ٹھکانہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کیا لطیف اسرار رکھے ہیں۔

معراج اور تعلیم وتربیت

معراج نسل انسانی کی تعلیم وتربیت کے ہزاروں رنگ اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ سفر معراج سارے انبیاء کرام، فرشتے اور عالم بالا کی سب مخلوقات حضور معلم کائنات ﷺ سے کسبِ فیض اور ہدایت و راہنمائی کے لازوال خزانے سمیٹنے کے لیے قدم قدم پر دیدہ دل فرش راہ کئے ہوئے حاضر ہیں۔ حضور ﷺ جہاں جہاں سے گزرتے فرشتے، انبیاء اور دیگر مخلوقات آپ ﷺ کی چشم کرم کے اشاروں، آپ ﷺ کی رفتار وگفتار کی تابانیوں، آپ ﷺ کے نور دعوت کی جلوہ ریزیوں سے علم وعرفان کے موتی سمیٹتے۔

میں تو کہتا ہوں کہ خدا نے آسمان بالا اور عالم بالا کے مکینوں کی تعلیم وتربیت کے لیے سفر معراج کو حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ پاک کے ایک ایک جلوۂ نور کو معلمانہ اور حکیمانہ فیض رسائی کا پیکر بنا دیا اور اس طرح ساری مخلوقات کو حضور ﷺ کے علم وعرفان اور نور دعوت وتربیت سے کسبِ فیض کا انمول اور لازوال موقع عنایت فرمایا اور کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ نے سب کو حضور ﷺ کے امتی جو بنایا ہے اور یوں سفر معراج سے عالم بالا کی امت کو تعلیم وتربیت سے فیض یاب کیا گیا۔

بیت المقدس کی حفاظت کی دعوت

واقعہ معراج مسلمانان عالم کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بیت المقدس کی حفاظت کریں اور مداخلت کی نیت رکھنے والے دشمنانِ اسلام کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیں۔

حکمت الٰہیہ اس دور کے مسلمانوں کو یہ دعوت دیتی ہے کہ کمزوری اور بزدلی کو بالائے طاق رکھ دیں اور اس مقدس سرزمین پر یہودیوں کے ناجائز قبضے کو بزدلوں کی طرح تسلیم نہ کریں اور اس مقدس مقام کو یہودیوں کے ناپاک قدموں سے پاک کردیں۔

یہ اسی صورت ممکن ہے کہ مسلمانان اسلام ایک مرتبہ پھر صلاح الدین ایوبی کی طرح اکٹھے ہو کر یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں اور ایک طویل جنگ کے بعد ان سے بیت المقدس پر ناجائز قبضہ چھڑا لیں۔

معراج اور عبادت کی دعوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص رجب کی ستائیسویں کو بارہ رکعت نفل کی نیت سے اس ترکیب سے پڑھے کہ سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ **انا انزلنہ** اور بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور اس کے بعد یعنی نماز سے فارغ ہو کر ایک بار درود شریف اور تین مرتبہ **سبوح قدوس ربنا و رب الملکہ الروح ، رب اغفر و ارحم وتجاز زحما تعلم فانک انت العزیز الاعظم** اور سو بار درود شریف اور ایک سو بار **استغفر اللہ الی من کل زنب خطیہ واتوب الیہ** اور ایک سو بار تسبیح پڑھے یعنی **سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھے اور اپنے لیے اور اپنے ماں باپ کے لیے تمام مسلمان مرد وعورت کے لیے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے پانچ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ مخلوق کا عمر بھر محتاج نہ ہوگا، ایمان پر خاتمہ ہوگا، اس کی قبر کشادہ کردی جائے گی، جنت کی ہوائیں اسے پہنچتی رہیں گی، اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوگا۔

ستائیسویں شب کو چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ستائیس، ستائیس مرتبہ پڑھنی ہے۔ بعد سلام کے ستر مرتبہ درود پاک پڑھے اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے، انشاء اللہ تعالیٰ پروردگار عالم اپنی قدرت کاملہ سے اس کے گناہ معاف فرما کر اس کی مغفرت فرمائے گا۔

ماہ رجب کی ستائیسویں شب کو بیس رکعت نماز دس سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک ایک دفعہ پڑھنی چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ جو کوئی یہ نماز پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جان و مال کی حفاظت فرمائے گا۔

ماہ رجب کی ستائیسویں شب کو بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھے۔ پہلی چار رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ قدر تین، تین مرتبہ ہر رکعت میں، بعد سلام کے ستر مرتبہ بیٹھ کر **لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین** پڑھے۔ دوسری چار رکعت میں بعد فاتحہ کے سورہ نصر تین، تین مرتبہ ہر رکعت میں، بعد سلام کے بیٹھ کر ستر مرتبہ **انت قوی معین و احدی دلیل بحق ایاک بعید و ایاک نستعین** پڑھے۔ تیسری چار رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین، تین مرتبہ ہر رکعت میں، بعد سلام کے بیٹھ کر ستر مرتبہ سورۂ **الم نشرح** پڑھے پھر درگاہِ رب العزت میں دعا مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو حاجت ہوگی وہ اللہ پاک قبول فرمائے گا۔

ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد **قل ھو اللہ احد** اکیس مرتبہ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر دس مرتبہ درود شریف پڑھے اور پھر کہے "اے میرے اللہ بے شک میں آپ سے سوال کرتا ہوں محبین کے اسرار کے مشاہدہ کرنے کے واسطہ سے اور اس خلوت کے واسطہ سے جس کے ساتھ تو نے خاص کیا آقا دو عالم ﷺ کو جب تو نے سیر کرائی آسمانوں کی، ستائیسویں کی شب کو، اس بات کا کہ تو غمگین دلوں پر رحم فرما اور میری دعا کو قبول فرما کہ بے شک تو کریم ہے" تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور جب دوسروں کے دل مردہ ہو جائیں گے تو اس کا دل زندہ رکھے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب ستائیسویں رجب آتی تو وہ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے اور بعد نماز ظہر نفل پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد وہ چار رکعتیں پڑھتے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، سورۂ قدر تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھتے پھر عصر تک دعاؤں میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ سرورِ کونین ﷺ کا یہی معمول تھا۔

ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو بعد نماز ظہر چار رکعت نماز ایک سلام سے پڑھے، پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ قدر تین مرتبہ، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین مرتبہ، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق تین مرتبہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الناس تین مرتبہ پڑھے، بعد سلام کے ایک سو مرتبہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار پڑھے۔ یہ نماز ہر مراد کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ بہت افضل ہے۔

حضور سراپا نور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جو شخص ستائیسویں رجب کا روزہ رکھے گا اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

(غنیۃ الطالبین جلد اول صفحہ ۱۸۲)

معراج کا دعوتی پیغام

جب کوئی انسان مصائب و آلام اور ابتلاو آزمائش کی انتہائی منزلیں رضا الٰہی کے لیے طے کر لیتا ہے تو پھر اس پر راحت و آرام اور لطف و عنایات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

جب کوئی انسان خدائے ذوالجلال کی راہ میں ذلت و رسوائی اور لوگوں کی بے اعتنائی چپ چاپ صرف اس کی خوشنودی کی طلب میں برداشت کر لیتا ہے تو اس کے لیے عزت و رفعت اور ترقی و کامرانی کے دور کا آغاز ہو جاتا ہے۔

جب کوئی انسان ظلم و صبر اور طعن و تشنیع اللہ رب العزت کے احکامات کی سر بلندی کے لیے سہ لیتا ہے تو خدائے ذوالجلال اسے عزت و بزرگی کی اوجِ ثریا عطا فرما کر لوگوں کی زبانیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا

قرآن الحکیم
روح المعانی
روح البیان
تفسیر حسنات
ضیاء القرآن
فی ظلال القرآن
مسلم شریف
بخاری شریف
فتح الباری
مسلم شریف شرح (سعیدی صاحب)
رحمۃ اللعالمین
تبصرہ سیرت النبی (شبلی نعمانی)
ضیاء النبی
پیغمبر اعظم و آخر
مواہب لدنیہ
معارج النبوۃ
مستدرک
غنیۃ الطالبین
کتاب الشفا
معراج النبی (رضوی صاحب)
نقوش
مقالات کاظمی
فرہنگ آصفیہ
معجم اصطلاحات (سید ریاض حسین شاہ صاحب)
درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج
کیسٹس خطبات جمعہ سید ریاض حسین شاہ صاحب

ہماری ذمہ داری

آپ بہتری، فضیلت اور واقعیت کی طرف سفر کرتے ہوئے اپنے گھر کے ماحول کو سمجھیں اور پھر گھر سے باہر کا ماحول اور اردگرد کے احوال سے لاعلم نہ ہوں۔ آپ نے یہ دونوں مناظر اور حالات دیکھ کر ہی اپنی اولاد، عیال اور اپنے لئے اہم فیصلے کرنے ہوں گے۔ آپ کائناتِ مادہ سے متعلق معلومات اکٹھی کرنے میں خود کو نہ کھپائیں۔ معین اقدار اور نتیجہ خیز اصولوں کو سامنے رکھیں اور محنت شروع کر دیں۔ دین اور دنیا میں فرق کا سمندر آپ کا ضائع کرے گا۔ اس لیے آپ کوشش کریں کہ دنیا بھی اور دین بھی اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ یہ بڑا فیصلہ آپ کو کام کا انسان بنا دے گا۔ آپ بلا واسطہ فیضِ رسالت کی تربیت میں آ جائیں گے۔ آپ اور آپ کے بچے ایک مخلصانہ حقیقت سے ہمکنار ہو کر ایک میٹھی زندگی کا معنیٰ سمجھنے لگ جائیں گے۔ یاد رکھیں کہ آپ اگر محض مادی انسان بن گئے تو تین بیماریاں آپ کو ختم کر دیں گی۔ الوہیت سے انکار، نبوت کی اطاعت سے فرار اور جھوٹ اور کذب پر مبنی مصروفیات کی وجہ سے شکوک اور شبہات کی ظلمتوں میں الجھاؤ آپ کو خراب کر دے گا۔ آپ ایک روحانی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کا ایک روحانی مرشد ہو۔ آپ کا یہ تعمیری فیصلہ آپ کو سکون دے گا۔ ایسا مرشد ہو مادی، مکار اور لالچی نہ ہو بلکہ خلوص کے ساتھ درگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں وہ جوڑ دے۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: ملک محمد سجاد، لاہور